عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۲۳ | ۲۱ تا ۲۷ / ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳ تا ۱۹ / فروری ۲۰۰۴ء | شمارہ: ۳۸

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت ایمانی

مرزا غلام احمد قادیانی کے مالی معاملات

دینی مدارس فوائد وثمرات

جزیرۂ عرب! عالم انسانیت سے مخاطب

وہم کا کیا علاج ہے؟

س:...... میں بی اے کی طالبہ ہوں۔ ہمارا گھرانہ تھوڑا بہت مذہبی ہے۔ گھر کے تقریباً سب ہی افراد نماز پڑھتے ہیں لیکن جب سے میں نے نماز پڑھنی شروع کی ہے' آہستہ آہستہ آج ایسی ہوگئی ہوں کہ اگر کسی کا پاؤں لگ جائے تو دھونے بیٹھ جاتی ہوں' اگر جھاڑو کسی کپڑے کو لگ جائے تو فوراً دھوتی ہوں' اگر گیلا پوچا کمرے میں لگتا ہے تو میں اس سے بچتی ہوں' چھینٹوں سے تو اس طرح بچتی ہوں جیسے انسان آگ سے بچتا ہے کہ اگر پانی زمین پر گرا اور میرے کپڑوں پر چھینٹیں آ گئیں تو پائینچے دھوتی ہوں کہ ہر وقت میرے پائینچے گیلے رہتے ہیں کیونکہ ہمارا گھر چھوٹا ہے' آخر کب تک کمرے میں رہا جاسکتا ہے' بس میری یہی کیفیت ہے جس کی وجہ سے اب گھر والے مجھے ''نفسیاتی مریضہ' ذہنی مریضہ اور وہمن'' کے نام سے پکارتے ہیں جس پر مجھے دلی دکھ ہوتا ہے اور پھر میں یہ سوچتی ہوں کہ اب ایسا نہ کروں گی لیکن پھر ایسا نہیں کر پاتی۔ خیال آتا ہے کہ کپڑے ناپاک ہوگئے تو نماز نہیں ہوگی۔ گھر والے مجھے ہر وقت پانی میں گھسے رہنے سے منع کرتے ہیں جس کی وجہ سے اب مجھے اکیزیما کا مرض بھی ہوگیا ہے لیکن میں کہتی ہوں کہ میرے اوپر کسی قسم کی چھینٹ نہ آئے۔ گھر والے کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں کوئی بچہ نہیں ہے جس کے پیشاب وغیرہ کی چھینٹوں سے تمہارے کپڑے ناپاک ہوجائیں گے۔ کبھی کبھی جب مجھے اس بات پر ڈانٹ پڑتی ہے تو میرا دل چاہتا ہے کہ نماز ہی چھوڑ دوں تاکہ میں ان چیزوں سے نجات حاصل کرسکوں لیکن دل نہیں مانتا اور نماز کسی حالت میں بھی نہیں چھوڑ سکتی۔ مجھے کیا کرنا چاہئے؟ آپ میرے سوال کا جلد از جلد جواب دے کر مجھے اس ذہنی اذیت سے نجات دلا سکتے ہیں۔

ج:...... بیٹی! ایک بات سمجھ لو۔ اگر پاکی' ناپاکی کا مسئلہ اتنا ہی مشکل ہوتا جتنی مشکل کہ آپ نے اپنے اوپر ڈال رکھی ہے' تو دنیا کا کارخانہ ہی بند ہوجاتا۔ آپ کی طرح ہر شخص بس پائینچے دھونے ہی میں لگا رہتا۔ یہ تمہیں وہم کا مرض ہے اور اس کا علاج بہت آسان ہے۔ وہ یہ کہ جن چیزوں کی وجہ سے آپ کو ناپاکی کی فکر لگی رہتی ہے' ان کی ذرا بھی پرواہ نہ کرو اور جب تمہارا شیطان یوں کہے کہ یہ چھینٹے ناپاک تھے' فلاں چیز ناپاک تھی' تو شیطان سے کہا کرو کہ تو غلط کہتا ہے کہ میں تیری بات نہیں مانوں گی۔ اگر ایک مہینہ تک آپ نے میرے کہنے پر عمل کرلیا تو انشاء اللہ اس وہم کے مرض سے ہمیشہ کے لئے نجات مل جائے گی۔

''السلام علیکم پاکستان'' کہنا:

س:...... آج کل یہاں ایک مقامی ریڈیو چینل کام کررہا ہے جس کی نشریات مغربی تہذیب اور کلچر کی تقلید کرتے ہوئے ۲۴ گھنٹے جاری رہتی ہیں۔ مخلوط ٹیلیفون کالوں کے ذریعہ نہ صرف فحاشی کو فروغ دیا جارہا ہے بلکہ دوسری طرف مال کا اسراف بھی کیا جاتا ہے۔ پوری پوری رات عورتیں' مرد کمپیئر سے فون پر اپنے دل کا راز و نیاز بیان کرتی ہیں اور جواباً مرد کمپیئر اپنے خیالات کا اظہار' اشعار اور گانوں کے ذریعہ کرتا ہے۔ اس پروگرام میں ہر فون کرنے والا پہلے ''السلام علیکم پاکستان'' کہتا ہے' جواب میں بھی اسے ''السلام علیکم پاکستان'' کہا جاتا ہے' یعنی جنت کے کلام ''السلام علیکم'' کی بے ادبی کی جاتی ہے۔ کیا ''السلام علیکم'' کے ساتھ کوئی اور لفظ ملا کر کہنا یعنی ''السلام علیکم پاکستان'' کہنا جائز ہے؟

کیا عورتیں ٹیلیفون پر غیرمحرم سے بے تکلف ہوکر باتیں کرسکتی ہیں؟

ج:...... جو لوگ پاکستان میں فحاشی اور عریانی پھیلاتے ہیں' مرنے کے بعد عذاب قبر میں مبتلا ہوں گے اور ان کے ساتھ ان کے حکمران بھی پکڑے جائیں گے' اس لئے کہ یہ ملک فحاشی کا اڈا بنانے کیلئے نہیں بنایا گیا تھا بلکہ یہاں قرآن وسنت کی حکمرانی جاری کرنے کیلئے بنایا گیا تھا۔

۱:...... ''السلام علیکم'' مسلمانوں کا شعار ہے لیکن اس کا اس طرح استعمال اس شعار کی بے حرمتی ہے۔

۲:...... عورتوں کا نامحرم مردوں سے بے تکلف گفتگو کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آواز کو بھی پردہ بنایا ہے اور قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے' ''فلا تخضعن بالقول'' یعنی بات کرتے ہوئے تمہاری آواز میں لوچ نہیں آنا چاہئے۔ اس لئے یہ مرد اور عورتیں گنہگار ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے اور اپنے رویئے سے باز آجانا چاہئے ورنہ مرنے کے بعد ان کو اتنا سخت عذاب ہوگا کہ دیکھنے والوں کو بھی ترس آئے گا۔

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

جلد ۲۳ شمارہ ۳۸ ۲۱ تا ۲۷ ذوالحجہ ۱۴۲۴ھ مطابق ۱۳ تا ۱۹ فروری ۲۰۰۴ء

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
امام اہل سنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

سرپرست اعلیٰ
حضرت خواجہ خان محمد زید مجدہٗ

سرپرست
حضرت سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم

مدیر اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

مدیر
مولانا اللہ وسایا

نائب مدیر اعلیٰ
محمد اکرم طوفانی

مجلس ادارت
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
علامہ احمد میاں حمادی
مولانا نذیر احمد تونسوی
مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا سعید احمد جلال پوری
صاحبزادہ طارق محمود
مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
سید اطہر عظیم
سرکولیشن منیجر: محمد انور رانا
ناظم مالیات: جمال عبدالناصر شاہد
قانونی مشیران: حشمت حبیب ایڈووکیٹ، منظور احمد میو ایڈووکیٹ
ٹائٹل و تزئین: محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان

اس شمارے میں

اداریہ	4
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (مولانا منظور احمد الحسینی)	6
مرزا قادیانی کے مالی معاملات (ڈاکٹر راشد علی)	10
دینی مزاج (مولانا سید بلال حسنی ندوی)	14
حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی (پروفیسر سید احتشام احمد ندوی)	16
جزیرۃ العرب عالم انسانیت سے مخاطب (مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)	19
دینی مدارس فوائد و ثمرات (محمد اطہر جمال قاسمی)	21
شیخ الہند اور ان کے تلامذہ کے سرفروشانہ کارنامے (مولانا محمد صدیق اراکانی)	23
جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے (محمد الیاس ندوی بھٹکلی)	26

زر تعاون بیرون ممالک: امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ۵۰ ڈالر۔
یورپ، افریقہ: ۴۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک ۴۰ امریکی ڈالر
زر تعاون اندرون ملک: فی شمارہ ۵ روپے، ششماہی ۱۲۵ روپے، سالانہ ۲۵۰ روپے
چیک بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 9-363 الائیڈ بینک ... کراچی پاکستان ارسال کریں

لندن آفس:
35, Stockwell Green,
London, SW9 9HZ U.K.
Ph: 0207-737-8199

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
Hazori Bagh Road, Multan.
Ph: 583486-514122 Fax: 542277

دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A. Jinnah Road, Karachi.
Ph: 7780337 Fax: 7780340

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری طابع: سید شاہد حسن مطبع: القادر پرنٹنگ پریس مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بھی آخرت کو سدھار گئے

۲۶/جنوری ۲۰۰۴ء بروز پیر صبح سحری کے وقت تحریک خدام اہل سنت کے بانی، شیخ طریقت، مجاہد فی سبیل اللہ، یادگار اسلاف حضرت مولانا قاضی مظہر حسین بھی انتقال فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین یکم اکتوبر ۱۹۱۴ء ضلع چکوال کے معروف قدیمی قصبہ بھین میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مناظر اسلام حضرت مولانا قاضی کرم الدین دبیر معروف عالم دین تھے۔ رد روافض ورد قادیانیت پر آپ کو مہارت حاصل تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مناظروں اور مقدموں میں عمر بھر پیش پیش رہے۔ ان مقدمات کی تفصیلات پر مشتمل کتاب ''تازیانہ عبرت'' ایک تاریخی دستاویز ہے۔ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب نے اس دینی ماحول میں آنکھ کھولی، ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ میٹرک گورنمنٹ ہائی اسکول چکوال سے پاس کیا۔ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں دینی تعلیم حاصل کی۔ ۳۶۔۱۳۳۷ء میں دورۂ حدیث اور تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند میں رہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ دارالعلوم دیوبند میں قیام کے دوران حضرت مولانا شمس الحق افغانیؒ، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ، شیخ العرب حضرت مولانا اعزاز علیؒ ایسے اکابر سے آپ نے کسب فیض کیا۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے ملاقات اور ان کی خدمت میں حاضری اور کسب فیض کا شرف حاصل کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ واپس آکر دینی خدمات، مقدمات، گرفتاری کے مراحل سے انگریز دور حکومت میں گزرتے رہے اور بڑی استقامت وعزیمت کے ساتھ اس وقت کو گزارا اور بڑی بہادری سے گزارا۔ مدنی مسجد چکوال اور اس کے ساتھ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور مستقل بنیادوں پر یہاں کام شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورے علاقہ میں مسجد ومدرسہ نے ایک مثالی ادارہ کی حیثیت اختیار کرلی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ضلع جہلم میں (تب چکوال ضلع جہلم کی تحصیل تھی) تحریک کے لئے شب وروز ایک کردیئے۔ اس تحریک میں گرفتار ہوئے۔ اس کی تفصیل مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتاب ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳'' میں آپ کی اپنی تحریر کردہ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

۱۹۵۲ء سے ۱۹۵۶ء تک کا زمانہ آپ کا اور قادیانیت، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گزرا۔ اس عنوان پر کام کرنا آپ کو والد صاحب سے ورثہ میں ملا تھا۔ حضرت امیر شریعتؒ، حضرت خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ سے آپ کے مثالی تعلقات تھے۔ ہمیشہ ان حضرات کو بلواکر ضلع بھر میں ختم نبوت کے موضوع پر کام کو مہمیز لگاتے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں تشریف لائے۔ ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا ۲۹/مئی کو آپ نے چناب نگر جامع مسجد محمدیہ میں جمعہ کے موقع پر افتتاح کیا۔ جابہ ختم نبوت کانفرنس کے آپ صدر نشین ہوئے۔ جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے مثالی کردار ادا کیا، ضلعی ڈویژنل صوبائی اور مرکزی سطح تک حضرت قاضی صاحب مختلف عہدوں پر فائز رہے۔

حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ

کے معتمد ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ اپنی جوانی کا بہترین حصہ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے مدتوں وقف کئے رکھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قائدین سے آخر تک آپ کا محبتوں کا رشتہ قائم رہا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کے احترام وتوقیر میں کسی سے کم نہ تھے۔ عرصہ ہوا حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری ملاقات وعیادت کے لئے چکوال تشریف لے گئے دیر تک محبتوں وشفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ گزشتہ واقعات واکابر سے تعلقات کی مربوط گفتگو فرمائی۔ ۱۹۲۹ء میں تحریک خدام اہلسنت کی بنیاد رکھی اور زندگی کے آخری سانس تک اس کی آبیاری کرتے رہے۔ مدرسہ اظہار الاسلام مدنی مسجد مدرسہ امدادیہ آپ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ قاضی صاحب مرحوم اسلاف کی یادگار تھے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تھے بہادری جرأت حق گوئی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اکابر کے مسلک کو ہمیشہ سینہ سے لگائے رکھا۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے اس کے اظہار میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے۔ ان کی زندگی جہد مسلسل کی تاریخ تھی۔ متعدد عنوانات پر متعدد کتابیں لکھیں تحریر وتقریر درس وبیان قلم وقرطاس سے رشتہ آخر تک آپ نے قائم رکھا۔

۹۰ سال کی عمر پائی گزشتہ کچھ عرصہ سے کمزور ہوگئے تھے لیکن معمولات میں کوئی فرق نہ آنے دیا۔ گزشتہ سے پیوستہ سال عیدالفطر کے اگلے روز برطانیہ سے آئے ہوئے مہمان کی مساعدت کے لئے راقم الحروف کو چکوال آپ کی خدمت میں حاضری کا موقع ملا۔ شفقت ومحبت سے اپنی چارپائی پر بٹھایا۔ دیر تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی تفصیلات پوچھتے رہے تحریری وتقریری کام کی رپورٹ پر شگفتہ مزاج ہوگئے۔ ڈھیروں دعاؤں سے نوازا اور حقیقت یہ کہ محبتوں کی بارش کردی۔ افسوس کہ ان کی موت نے ہم سے دعاؤں کا سہارا چھین لیا۔ آخری دنوں میں اطلاع ملی کہ صاحب فراش ہیں۔ آج افسوسناک خبر کراچی میں سنی کہ کل انتقال ہوگیا اور شام تک تدفین کا عمل بھی مکمل ہوگیا۔ ان کی تقریباً پون صدی کی خدمات قابل قدر وقابل رشک ہیں۔ مدتوں ان کا خلاء پُر نہ ہوسکے گا۔ آپ کے جانشین اور اکلوتے صاحبزادے حضرت مولانا قاضی ظہور حسین صاحب مدظلہ ہم سب کی طرف سے تعزیت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو صدمہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے مہتمم جمعیۃ علماء اسلام اور متحدہ مجلس عمل کے مرکزی رہنما سینیٹر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی اہلیہ محترمہ گزشتہ دنوں بقضائے الٰہی انتقال فرماگئیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا سمیع الحق دامت برکاتہم سے اظہار افسوس وتعزیت کرتے ہوئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

ضروری اعلان

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کے اندرون وبیرون ملک کے تمام قارئین کے نام بقایاجات کی ادائیگی کے سلسلے میں یاددہانی کے خطوط ارسال کئے جاچکے ہیں۔ جن حضرات کے نام بقایاجات واجب الادا ہیں وہ فوراً اپنی رقم بنام ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی بذریعہ منی آرڈر چیک یا ڈرافٹ ارسال فرماکر ممنون فرمائیں۔ پنجاب کے بعض علاقوں سے یہ شکایات موصول ہورہی ہیں کہ پوسٹ مین اضافی چارج وصول کرتے ہیں جبکہ ہفت روزہ ختم نبوت رجسٹرڈ رسالہ ہے جسے پاکستان پوسٹ آفس کی جانب سے ڈاک کے رعایتی نرخ یعنی ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ کی سہولت حاصل ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ رسالہ پر ایک روپے کا ڈاک ٹکٹ لگے ہونے کی صورت میں کسی قسم کا اضافی چارج ڈاکیہ کو ہرگز نہ دیا جائے۔

نوٹ: خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کی وضاحت ضرور فرمائیں۔ (ادارہ)

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

حضرت مولانا سید احمد جلال پوری کا وہ بیان جو آپ نے مورخہ ۲/اگست ۲۰۰۲ء، بعد نماز عصر حمزہ مسجد برمنگھم میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی موجودگی میں فرمایا

مولانا منظور احمد الحسینی

بعد خطبہ مسنونہ کے فرمایا:

مخدوم العلماً شیخ المشائخ سیدی و مرشدی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب' حضرات علماً کرام اور مسجد حمزہ کے رفقاء کرام! میں اپنے شیخ کے حکم اور شیخ کے سامنے اپنا سبق دھرا رہا ہوں اور جب آدمی سبق دہراتا ہے تو اس کا معنی یہ ہوتا ہے کہ اس نے سبق ٹھیک یاد کیا ہے یا غلط یاد کیا ہے۔ تو میں اپنے شیخ اور آپ حضرات کو اپنا سبق سناتا ہوں۔

میرے بھائیو! دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھیجا ہے اس کا ایک مقصد ہے' مقصد یہ ہے کہ ہمارے والد ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو جو جنت عطا فرمائی گئی تھی' وہ جنت ہمارے لئے بنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہیں وہ جنت ملنی چاہئے لیکن اس جنت کے ملنے اور حاصل کرنے کا ایک انداز ہے' وہ یہ ہے کہ ہم عالم ارواح سے چلے ہیں' ماں کے پیٹ سے ہوتے ہوئے دنیا میں آ گئے' یہاں ذرا کچھ گھاٹیاں ہیں' حضرت عامر بن عبداللہ جیسی مشہور تابعی ہیں' ایک دن دعا فرمائی' آپ نے ہمیں دنیا میں بھیجا' یہاں تو مشکلات ہی مشکلات ہیں کہیں' نفس ہے کہیں شیطان ہے' کہیں کفر ہے' کہیں عداوت و بغض ہے' کہیں نفسانیت ہے' دنیا کے درمیان میں چھوڑ دیا' خبردار ان واہیات سے تمہارا دامن آلودہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہمارے لئے بڑی مشکل ہے' آپ ہی ہمیں بچا لیجئے' یہ تو وہی مثال ہے:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای
بازمے گوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

یا اللہ یہ تو بڑی مشکل ہے' مگر اللہ نے خلق و رق صحرا میں اکیلا نہیں چھوڑا نفس و شیطان کے درندوں اور بھیڑیوں سے بچانے کے لئے انبیاً کرام علیہم السلام کو بھیجا انہوں نے ہمیں سیدھی راہ دکھائی ہماری اصلاح کے لئے انبیاً کرام علیہم السلام کا یہ راستہ' صراط مستقیم یہ شاہراہ سیدھی جنت کو جارہی ہے۔ ترمذی شریف میں ہے کہ یہ سیدھی راہ ہے جو جنت کو جاری ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھی لکیر لگائی پھر اس کو کراس کیا اس میں جگہ جگہ پگڈنڈیاں ہیں' ان سے بچو اللہ نے انبیاً کرام علیہم السلام کو بھیجا کہ کہیں کوئی انسانوں کو جہنم کی راہ پر نہ چڑھا دے۔

یہ انبیاً کرام علیہم السلام کا سلسلہ شروع ہوا سب سے پہلے آدم علیہ السلام تشریف لائے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاً کرام علیہم السلام تشریف لائے' اس سلسلے کی آخری کڑی سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر تاج ختم نبوت سجا کر بھیجا گیا۔

مگر اسی کے ساتھ ہی شیطان کو جب حکم ملا کہ تم آدم کو سجدہ کرو مگر شیطان نے نہ کیا اور انکار کیا اور کہا کہ نہیں صاحب ہم تو بڑے ہیں' شیطان کو مردود قرار دیا گیا' اس دن سے اس نے یہ طے کر لیا کہ انسانوں کی راہ ماری ہے اور ان کو جنت نہیں جانے دوں گا کیونکہ میں ان کی وجہ سے جہنم کا مستحق بنا ہوں لہٰذا میں اس کو نہیں چھوڑوں گا اور گمراہ کروں گا۔ ہمارے اکابر فرماتے ہیں کہ شیطان نے چار طرفوں کا ذکر کیا ہے' دائیں' بائیں' آگے پیچھے سے وار کروں گا مگر دو طرفیں چھوڑ دیں ایک اوپر والی کہ وہاں سے وار نہیں کر سکتا دوسری نیچے والی۔ جو شخص نیچے دیکھے گا وہ بھی شیطان کے چکر میں نہیں آئے گا۔

جہاں ایک طرف سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے انسانوں کی ہدایت کا کام شروع کیا دوسری طرف مقابلے میں شیطان نے اپنا ناپاک سلسلہ بھی شروع کر دیا اور اس نے اپنے چیلے چانٹے بھیجنے شروع کر دیئے تو جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنا نمائندہ بھیجا' شیطان نے بھی مقابلے میں اپنا چیلا بھیجا اور رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھیجا انہوں نے اعلان نبوت فرمایا' شیطان نے نمرود کو سامنے لا کھڑا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ

السلام نے اعلانِ نبوت فرمایا تو شیطان نے فرعون اور ہامان کو کھڑا کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اعلانِ نبوت فرمایا تو شیطان نے پولس کو کھڑا کر دیا' ناواقف عیسائی دنیا جسے پولس رسول کے نام سے یاد کرتی ہے' جبکہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سب سے بڑا دشمن تھا' عیسائیت کے بگاڑنے میں اس کا بڑا کردار رہا ہے۔ آخر میں جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو شیطان نے ابوجہل کو کھڑا کر دیا۔

شیطان نے صرف یہی نہیں بلکہ نبوت کے مقابلے میں نبوت کے جھوٹے دعویدار تجویز کئے' یمن کے اسود عنسی کو کھڑا کیا' دوسری طرف یمامہ کے مسیلمہ کذاب کو کھڑا کیا' ایک طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی رہنمائی کا پروگرام ہے کہ کوئی ایک انسان جہنم میں نہ جائے' تو دوسری طرف شیطان کا مشن اور پروگرام ہے وہ چاہتا ہے کہ کوئی انسان جنت میں نہ جائے ایک چاہت اللہ تعالیٰ کی ہے اور ایک منصوبہ بندی شیطان کی ہے' ایک طرف شیطان نے کہا کہ میں سب بندوں کو گمراہ کروں گا تو دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو بھی دو آنسوں کے ساتھ توبہ کا سرمایہ لے کر آ جائے گا میں اس کی مغفرت فرما دوں گا۔

تو میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر تاج ختم نبوت سجایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا' خود قرآن مجید میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آخری نبی ہونے کا باقاعدہ اعلان فرمایا اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی سو بار اعلان کرایا' جیسا کہ ارشاد ہے:

"انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔"

"انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم۔"

"ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔"

شیطان نے اپنے پروگرام کے مطابق چاہا کہ کسی طرح سے تاج ختم نبوت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لیا جائے اور نبوت کے جھوٹے دعویداروں کو کھڑا کیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے شیطان کے اس پروگرام کے کاٹنے اور ختم کرنے کی ابتداء فرما دی۔ چنانچہ اسود عنسی کا کام خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمام ہوا اس طرح بتلا دیا گیا کہ جو بھی ختم نبوت کے خلاف بغاوت کرے گا' اس کا حشر یہی ہوگا۔ مسیلمہ کذاب کا بھی یہی حشر ہوا' حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں حدیقۃ الموت میں یہ مع اپنے ٹولے کے فی النار واستقر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے اس نظام کے تحت جب بھی امت میں اس قسم کے بدقماش لوگ کھڑے ہوئے' نبوت کے جھوٹے دعویدار آئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا قلع قمع کیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ تیرہ سو سال میں کسی نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہو اور وہ زندہ رہا ہو؟ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو کہ میں قتل کا حکم دیتا ہوں میں مسئلہ بتلاتا ہوں' یہ اسلامی حکومت کے سربراہ کا کام ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو حکمرانوں کے حکمران تھے اور حضرت صدیق اکبر خلیفۃ المسلمین تھے' تو تیرہ سو سال میں جب بھی کوئی نبوت کا جھوٹا دعویدار کھڑا ہوا تو وقت کے حکمرانوں نے اس کا قصہ تمام کیا' ہماری بدنصیبی ہے کہ اس آخر دور میں چودھویں صدی کے ابتداء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے شیطان کی نمائندگی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی نافرمانی کرتے ہوئے ختم نبوت سے بغاوت کا اعلان کر دیا مگر اکابر علماء نے اسی وقت سے اس فتنہ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غفلت نہیں برتی نوجوانوں' بوڑھوں' مردوں' عورتوں عوام وخواص کو اس فتنہ کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑا' ہر میدان میں اس کا تعاقب کیا' تصنیف وتالیف کا سلسلہ ہو یا اسٹیج عدالت کا مسئلہ ہو یا مناظرے اور مباہلے کا میدان ہو ہر جگہ ان کا مقابلہ کیا' یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے علماء اسلام کی محنت اور جدوجہد کو شرف قبولیت بخشا اور عام مسلمانوں کی بیداری کی برکت سے یہ مسئلہ طے ہو گیا۔

ہمارے اکابر نے اس سلسلے میں اس فتنہ کی سرکوبی میں کیا کیا خدمات انجام دی ہیں' آپ اس سے واقف ہوں گے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے سب سے پہلے اس فتنہ کو بھانپا اور مسلمانوں کو متوجہ کیا' پھر آپ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اس فتنہ کے خلاف کتاب "تحذیر الناس" لکھی' جس میں ان کا خوب رد کیا' اور قادیانیوں کے بارے میں کفر کا فیصلہ صادر فرمایا۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے کفر کا فتویٰ دیا۔ علمائے لدھیانہ نے کفر کا فتویٰ دیا اسی طرح حضرت شیخ الہندؒ' مولانا اشرف علی تھانویؒ' مولانا حسین احمد مدنیؒ اور اس وقت کے دیگر اکابر علمائے کرام نے فتویٰ دیا کہ قادیانی کافر ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی ساری صلاحیتیں اس فتنہ کے خلاف صرف فرما دیں۔ آپ نے اپنے تمام تلامذہ متعلقین کو اس فتنہ کے خلاف کھڑا کیا۔ جب بہاولپور کا مقدمہ ہوا تو خود وہاں بنفس نفیس تشریف لے گئے۔ ایک خاتون غلام عائشہ کا ایک نوجوان سے نکاح ہوا' مگر وہ نوجوان رخصتی سے قبل قادیانی سرگرمیوں سے متاثر ہو کر قادیانی ہو گیا' رخصتی

کے وقت پر اس نے مطالبہ کیا کہ لڑکی میری منکوحہ ہے اسے رخصت کیا جائے' مگر لڑکی کے والدین نے کہا کہ کیونکہ تو قادیانی ہوگیا' تو مرتد ہے اور رخصتی سے انکار کیا۔ چنانچہ لڑکے نے مقدمہ عدالت میں دائر کردیا اور وہ مقدمہ چلتا رہا۔ قادیانی عام طور پر یہی تاثر دیتے ہیں کہ وہ ایک فرقہ ہیں' جس طرح مسلمانوں کے دوسرے فرقے ہیں۔ حالانکہ قادیانی الگ امت ہے ان کا مسلمانوں اور ان کے فرقوں سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے' انہی مغالطوں کا مفصل جواب مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنی کتاب ''اکفار الملحدین'' میں دیا ہے جو چھپ چکی ہے۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ ایک آدمی نماز پڑھتا رہے اور دوسری طرف ختم نبوت کا انکار بھی کرتا رہے تو وہ مسلمان رہے گا' مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب لائے ہوئے دین کی تمام کی تمام باتوں کو مانے اور ان پر ایمان لائے اور کافر ہونے کے لئے دین کی تمام کی تمام باتوں کا انکار ضروری نہیں اگر کسی ایک بھی دینی بات کا انکار کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ مثلاً اولاد کے فرمانبردار ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ والدین کی ایک ایک بات مانے اور نافرمان ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ تمام حکموں کا انکار کردے۔ اگر اس نے ایک بات کا بھی انکار کیا یا ایک بھی گستاخی کردی تو وہ نافرمان بن گیا اور تمام لوگوں کی نظر میں وہ بیٹا نافرمان کہلائے گا۔ اسی طرح سمجھیں کہ مرزائیوں کا نماز پڑھنا' روزہ رکھنا وغیرہ ان کو کفر سے نہیں بچا سکتا۔ مسیلمہ کذاب وہ بھی نمازیں پڑھتا تھا روزے بھی رکھتا تھا' یہی اذان اس کے ہاں کہی جاتی تھی' لیکن حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے خلاف لشکر روانہ کیا' تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ علمائے بہاولپور نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کو پیغام بھجوایا کہ ختم نبوت کا مسئلہ ہے آپ یہاں بہاولپور تشریف لائیں' چنانچہ آپ تشریف لائے اور وہاں کی سب سے بڑی مسجد الصادق میں بیان فرمایا کہ میری صحت متحمل نہیں تھی کہ سفر کرسکوں مگر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جانبدار بن کر یہاں آیا ہوں' چنانچہ آپ نے عدالت میں پانچ گھنٹے کھڑے ہوکر بیان دیا اور قادیانیت کی قلعی کھول کر رکھ دی اس وقت عدالت میں دوسرے اکابر علمائے کرام کے علاوہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی بھی موجود تھے۔ ہمارے اکابر علمائے کرام نے اس مسئلہ ختم نبوت کو ہمیشہ اولیت دی اور اس کے لئے اپنے چین وسکون کو قربان کردیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے فرمایا کہ شروع شروع میں جب یہ فتنہ اٹھا تو مجھے چھ مہینے تک نیند نہیں آئی۔

بھائیو! کسی کا بیٹا فوت ہوجائے' کسی کی بیوی انتقال کرجائے تو نیند نہیں آتی لوگ نفسیاتی مریض ہوجاتے ہیں' تجارت میں بہت گھاٹا ہوجائے تو لوگوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں کبھی آپ نے یہ بھی سنا کہ ختم نبوت کے خلاف بغاوت پر مسلمانوں کے ایمانوں کے ضائع ہونے کے اندیشے سے نیند اڑ گئی ہو؟ یہ ہمارے اکابر تھے' ہمارے اکابر کو مسلمانوں کے ایمانوں کے دین کی فکر تھی' ختم نبوت کے عقیدے کے تحفظ کی فکر تھی۔ چھ ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ کے دل میں بات ڈالی کہ یہ فتنہ مرزائیت انشاء اللہ مضمحل ہوجائے گا اور دین باقی رہے گا تب آپ کو نیند آئی۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ فرماتے ہیں کہ اس دور میں ایسا لگتا تھا جیسا کہ حضرت استاد محترم کے دل میں زخم ہے' جس سے برابر خون رس رہا ہے' کبھی آپ'' فرماتے تھے: ''مرزا قادیانی لعین بن لعین' لعین قادیاں۔'' پھر خود فرماتے تھے: ''تم سوچتے ہو کہ انور شاہ گالی دیتا ہے' میں اس فتنے سے اپنی نفرت کا اظہار کررہا ہوں جو اللہ کے نبی کا دشمن ہے وہ سب سے بڑا دشمن ہے' لوگ باپ کے دشمن سے' خاندان کے دشمن سے عداوت کرتے ہیں' اللہ کے نبی کے دشمن سے کتنی دشمنی ہونی چاہئے؟ یہ ہمارے اکابر نے بتلایا ہے۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے تمام شاگردوں کو اسی کام پر لگایا اور پھر حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو امیر شریعت مقرر فرمایا اور کہا کہ آپ کا صرف یہ کام ہے کہ تم ختم نبوت کا کام کرو۔ حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ العالی اس سنہرے سلسلے کی کڑی ہیں۔ یہ ایسا سلسلہ ہے جس کی ابتداء حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فیروز دیلمیؓ نے فرمائی تھی' جس کی تجدید علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے کی پھر اس سلسلے کی قیادت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے کی تھی' اسی سلسلے کے کارکن اسی پیغام کو لے کر حضرت الامیر مدظلہ کی امارت میں آپ حضرات کے یہاں پہنچے ہیں اور وہی درد لے کر حاضر ہوئے ہیں' آج ہم میں بھی وہی جذبہ اور بے چینی ہونی چاہئے۔ جو باپ کا دشمن ہوتا ہے' ہمیں اس سے دشمنی ہوتی ہے' اس سے بڑھ کر جو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو اس سے دشمنی ہونی چاہئے۔

قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود نے ۱۹۵۲ء میں بلوچستان کو قادیانی صوبہ بنانے کا اعلان کیا تو امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمایا اگر ۱۹۵۲ء تمہارا ہے تو ۱۹۵۳ء ہمارا

ہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، چلی وقت کی حکومت نے ان کا ساتھ دیا، جیلیں مسلمانوں سے بھر گئیں دس ہزار کارکن حکومت کی گولیوں کا نشانہ بنے، کسی نے کہا کہ کل قیامت کے دن آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا جواب دیں گے؟ تو آپ نے فرمایا میں وہی جواب دوں گا جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دیں گے۔ امت کے تمام غوث، قطب ابدال ایک صحابی کا مقابلہ نہیں کر سکتے، ایک صحابی پوری امت سے زیادہ قیمتی ہے، فرمایا اگر میں پوری امت قربان کر دیتا تو سودا مہنگا نہیں تھا۔

ایک طرف غزوات نبوی ہیں ان میں کل صحابہ ۲۵۹ شہید ہوئے مگر ادھر ناموس رسالت اور تاج ختم نبوت کی حفاظت کے لئے ۱۲۰۰ صحابہ کرام شہید ہوتے ہیں۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان بنایا ہے، اکابر کے نقش قدم پر چلایا، فتنہ قادیانیت کا استیصال و سرکوبی کرنا ہمارے لئے سرمایہ آخرت ہے۔ ہمارے اعمال ہمیں معلوم ہیں، جس طرح جمعہ کے دن جیسے ہی خطیب خطبہ کے لئے بیٹھتا ہے جمعہ کے لئے نمازی آتے رہتے ہیں فرشتے لکھتے رہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں اتنے بجے مسجد میں جمعہ نماز کے لئے آیا، بعد ازاں یہ فہرست بارگاہ الٰہی میں جاتی ہے کل اتوار ۳/ اگست ۲۰۰۳ء ہے اور ختم نبوت کانفرنس ہے کل بھی ایک فہرست مرتب ہوگی، گرمیوں کا موسم ہے، ختم نبوت کے جیالے پورے ملک اور بیرون ملک سے تشریف لائیں گے۔ فرشتے جامع مسجد (جہاں کانفرنس ہے) کے دروازے پر کھڑے ہوں گے اور فہرست مرتب کریں گے کہ فلاں بن فلاں اتنے بجے کانفرنس میں شرکت کے لئے آیا۔ کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا دن ہے یہ فہرست کل قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوگی۔ ہمارے اعمال کی حیثیت ہم جانتے ہیں اتنا تو ہے کہ ہم کل قیامت کے دن کہہ سکیں گے کہ ۳/ اگست ۲۰۰۳ء کو ہم آپؐ کے نسبت سے حاضر ہوئے اور آپؐ کے جانبدار بن کر آئے تھے، فرشتوں کو حکم ہوگا کہ نام پیش کرو، چنانچہ فہرست پیش کی جائے گی اس نسبت سے آپؐ ہماری سفارش فرمائیں گے۔

دیکھو اللہ اپنے دین کی حفاظت کرنا جانتے ہیں، ہم نہیں تھے تب بھی دین کی حفاظت ہوتی تھی ہم نہیں ہوں گے تب بھی وہ حفاظت فرمائیں گے، مساجد قائم تھیں مدارس قائم تھے اور قیامت تک قائم رہیں گے۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مکہ مکرمہ میں ہوتا ہوں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں اللہ کا مہمان ہوں اگر کوئی میری خدمت کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اللہ کی نمائندگی میں میری خدمت کر رہا ہے اور جب میں مدینہ منورہ میں ہوتا ہوں تو اللہ کے رسول کا مہمان اپنے آپ کو سمجھتا ہوں اگر کوئی وہاں میری خدمت کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ ہے۔ آپ حمزہ مسجد والے میزبان ہیں اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت والوں کے میزبان ہیں۔ آپ حضرات آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی کر رہے ہیں، آپ حضرات حق کی نمائندگی خوب ادا کریں امیں اس نمائندگی پر آپ حضرات کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس پر تقریر ختم ہوئی اور حضرت امیر مرکزیہ مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے بہتے ہوئے آنسوؤں سے کانفرنس کی کامیابی کے دعا فرمائی۔

☆☆..........☆☆

بقیہ **شیخ الہندؒ**

رکن رہے، تحریک سول نافرمانی کے سلسلے میں ۱۱/ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں مفتی صاحبؒ کی گرفتاری عمل میں آئی، عدالت نے اٹھارہ ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنائی، ترک موالات کا فتویٰ مفتی صاحبؒ نے ترتیب دیا تھا جس میں پانچ سو علماء کرام کے دستخط تھے، یاد رہے کہ مدرسہ امینیہ کے بانی مولانا امین الدین کی وفات ۱۳۲۸ھ کے بعد بھی حضرت مفتی صاحب مہتمم کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وفات ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ مطابق ۳۱ دسمبر ۱۹۵۲ء۔

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے تھے:

"بے شک تم لوگ سیاست دان ہو لیکن مولوی کفایت اللہ کا ذہن سیاست ساز ہے۔" (بیس بڑے مسلمان صفحہ ۴۲۶)

مؤرخین لکھتے ہیں کہ حکومت برطانیہ نے آپ کو تحریک سے الگ رکھنے کے لئے ہر قسم کے حربے استعمال کئے، لیکن ناکامی ہوئی آخر میں وائسرائے کی کونسل نے آپ تک یہ پیغام پہنچایا:

"حکومت برطانیہ درخواست کرتی ہے کہ آپ سیاسی تحریکات سے کنارہ کش ہو جائیں، آپ کو بطور ہدیہ مدرسہ صفدر جنگ کی شاہی عمارت اور اس کا ملحقہ میدان پیش کرے گی، (یعنی آپ صرف خاموش رہیں)۔"

مفتی صاحبؒ جواب میں فرماتے ہیں کہ میں آزادی وطن کی تحریک میں ذاتی منفعت کے لئے شریک نہیں ہوا ہوں۔ آپ کی پیشکش کا شکریہ مگر کوئی لالچ میرے ضمیر کی آواز کو دبا نہیں سکتا، مفتی صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کی تھی۔

☆☆..........☆☆

پہلی قسط

مرزا غلام احمد قادیانی کے مالی معاملات

ڈاکٹر سید راشد علی

تاریخ انسانی اس بات کی شاہد ہے کہ آج تک جتنے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے' انہوں نے بنی نوع انسان کو مال و دولت اور دیگر چیزوں کی ہوس سے نجات دلا کر رب تعالیٰ کی بندگی اختیار کرنے کا درس دیا تاکہ انسانوں کی دنیا اور عقبیٰ دونوں سنور جائیں۔ سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جس رات اس دنیا سے تشریف لے گئے' اس رات گھر کے چراغ میں تیل تک نہ تھا۔

ان پاک نفوس کے مقابلے میں بہت سے ایسے دھوکے باز پیدا ہوتے رہے جنہوں نے انسان کو مذہب کے نام پر دھوکہ دے کر دنیاوی مال و اسباب جمع کیے۔ انہوں نے مذہب کو کمائی کا ذریعہ بنا کر اپنی عاقبت بھی تباہ کی اور اپنے ساتھ ہی ان بدنصیبوں کی آخرت بھی برباد کی جو ان کے دامِ فریب میں گرفتار ہو گئے۔

قارئین کرام! ہم ایسے ہی ایک جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی کے ان گوشوں کو عوام کے سامنے پیش کرتے ہیں جن کا تعلق مالی معاملات سے ہے تاکہ ان کے پیروکاروں کو پتہ چلے کہ وہ کس فراڈ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان بدنصیبوں کو حق اور باطل میں تمیز کر کے حق کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

معزز قارئین! بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ ہے کہ وحی کا سلسلہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکا ہے' ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو اپنے خطاب سے مشرف کرے تو اسے ایک طرف تو اپنی کم مائیگی کا احساس ہوگا اور دوسری طرف مالک کائنات کی انتہائی کرم نوازی کا احساس ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب اللہ رب العزت نے کوہ طور پر خطاب کیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش کی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب عرش پر تشریف لے گئے تو امت کو بخشوانے کی فکر کی۔ مگر ایک جھوٹا شخص جب یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کلام کیا ہے تو اس کو کیا فکر ہوتی ہے؟ ظاہر ہے کہ اس کو وہی فکر ہوگی جس کی وجہ سے اس نے یہ جھوٹا دعویٰ کیا' اور ایسے فراڈیے کی تحریریں اس کی نیت کا پردہ فاش کرنے کے لئے کافی ہیں' ملاحظہ فرمایئے جھوٹا مدعی نبوت مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

"جب مجھے حضرت والد صاحب مرحوم کی وفات کی نسبت اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا جو میں نے ابھی ذکر کیا ہے تو بشریت کی وجہ سے مجھے خیال آیا کہ بعض وجوہ آمدن حضرت والد صاحب کی زندگی سے وابستہ ہیں' پھر نہ معلوم کیا کیا ابتلا ہمیں پیش آئے گا۔" (روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۹۴)

ملاحظہ فرمایا آپ حضرات نے! خدا تعالیٰ مرزا صاحب سے کلام کرتا ہے اور مرزا صاحب کو کیا فکر ہے؟ مالی تنگی / پیسہ!!! بقول مرزا صاحب' ان کے والد کے انتقال کی پیشگی خبر اللہ ان کو دے رہا ہے اور مرزا صاحب کو کیا غم ہے؟ یہی کہ ذریعہ آمدنی بند ہو جائے گا!!!

بقول مرزا صاحب کے یہ وہ دور تھا جب ابھی ان کو یہ اطلاع نہیں ملی تھی کہ اللہ نے ان سے کیا کام لینا ہے' گویا مرزا صاحب نادان تھے' اندھیرے میں تھے۔

مامور ہونے کے بعد مرزا قادیانی کی پریشانی:

جب بقول مرزا قادیانی کے اسے پتہ چل گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کس مقصد کے لئے چنا ہے یعنی اس کے دعویٰ کے مطابق خدا نے ان کو مسیح موعود بنا دیا ہے تو اس وقت مرزا صاحب پر اس کا کیا رد عمل ہوا؟ ملاحظہ فرمایئے:

"ضرور تھا کہ اس وعدہ کے موافق اس امت میں سے کسی کا نام مریم ہوتا اور پھر اس طرح ترقی کر کے اس سے عیسیٰ پیدا ہوتا اور وہ ابن مریم کہلاتا' سو وہ میں ہوں' وحی "ھــزی الیک" مریم کو بھی ہوئی اور مجھے بھی مگر باہم فرق یہ ہے کہ اس وقت مریم ضعف بدنی میں

مبتلا تھی اور میں ضعف مالی میں مبتلا تھا۔"

(نزول مسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۵۸۴)

اللہ تعالیٰ (بقول مرزا صاحب کے) مرزا صاحب سے کلام کرتا ہے اور اس نام نہاد وحی کے ذریعے انہیں مریم اور پھر مریم سے عیسیٰ بنا دیتا ہے اور ان کے ذہن و فکر پر کیا احساس طاری ہے؟ مالی مشکلات کا شکوہ!! سبحان اللہ! حق اور باطل کا کیسا واضح تضاد ہے!!

خاندانی زوال کا روح فرسا احساس:

مرزا صاحب کو شروع سے ہی سے شدت سے اپنے خاندانی زوال کا احساس تھا!! چنانچہ اپنی خود نوشت میں لکھتے ہیں:

"سکھوں کے ابتدائی زمانے میں میرے پردادا صاحب مرزا گل محمد ایک نامور اور مشہور رئیس اس نواح کے تھے...... میرے دادا صاحب...... کے وقت ہمارے بزرگوں پر بڑی تباہی آئی...... پھر رنجیت سنگھ کی سلطنت کے آخری زمانے میں میرے والد صاحب مرحوم مرزا غلام مرتضیٰ قادیان واپس آئے اور مرزا موصوف کو اپنے والد کے دیہات میں سے پانچ گاؤں واپس ملے...... پھر بھی بلحاظ پرانے خاندان کے میرے والد صاحب مرزا غلام مرتضیٰ اس نواح میں ایک مشہور رئیس تھے۔"

(کتاب البریہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۷۵، ۱۷۶)

"غرض ہماری ریاست کے ایام دن بدن زوال پذیر ہوتے گئے یہاں تک کہ آخری نوبت ہماری یہ تھی کہ ایک کم درجہ کے زمیندار کی طرح ہمارے خاندان کی حیثیت ہوگئی۔" (تحفہ قیصریہ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۲۷۱)

"اس کے بعد انگریز آئے تو انہوں نے ہماری خاندانی جاگیر ضبط کر لی اور صرف سات سو روپیہ سالانہ کی ایک اعزازی پنشن نقدی کی صورت میں مقرر کر دی جو ہمارے دادا صاحب کی وفات پر صرف ایک سو اسی رہ گئی اور پھر تایا صاحب کی وفات کے بعد بالکل بند ہوگئی۔" (سیرۃ المہدی حصہ اول روایت نمبر ۴۸ مصنفہ مرزا بشیر احمد قادیانی)

اب قارئین سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا صاحب کو کس شدت سے اپنی خاندانی ریاست کے ضائع ہونے کا احساس تھا۔ اس احساس محرومی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی طلب مال اور حب مال نے پھر ساری عمر مرزا صاحب کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

دادا جی کی پنشن ادھر ادھر اڑا دی:

مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے:

بیان کیا مجھ سے والدہ صاحبہ نے کہ:

"ایک دفعہ جوانی کے زمانہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام دین بھی چلے گئے جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو وہ آپ کو پھسلا اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا پھر جب آپ نے سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلا گیا۔" (سیرۃ المہدی حصہ اول روایت نمبر ۴۹ ص ۴۳)

سبحان اللہ! اس سادگی کو کیا کہئے؟ پوت کے چلن پالنے میں ہی نظر آ گئے تھے۔ اس پنشن کی مالیت موجودہ دور میں لاکھوں روپے بنتی ہے جو مرزا صاحب نے محض چند دنوں میں ادھر ادھر اڑا دی وہ کیا حرکتیں تھیں اس کا فیصلہ ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔

رجوعات اور فتوحات کی کوشش:

اپنے اوائل دور میں مرزا صاحب امرتسر گئے اور ایک بزرگ مولوی عبداللہ غزنوی سے ملاقات کی اور فرمایا: میں پہلے سیالکوٹ کی کچہری میں نوکر تھا، قلیل تنخواہ میں بسر اوقات نہ ہوتی تھی اس لئے تیاری کر کے مختاری کا امتحان دیا لیکن ناکام رہا۔ مولوی صاحب نے پوچھا کہ اب کیا منشاء ہے؟ مرزا صاحب نے فرمایا: "اب نوکری وغیرہ کا تو قصد نہیں، محض توکل پر گزارا کرنا چاہتا ہوں۔ رجوعات اور فتوحات کی دعا کا خواستگار ہوں۔ آپ دعا فرما دیجئے۔"

(چودھویں صدی کا مسیح ص ۴۸)

شادی کا الہام اور پیسے کی پریشانی:

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

"ستاسیواں نشان (نبوت) یہ پیشگوئی ہے کہ میری اس شادی کے بارے میں جو دہلی میں ہوئی تھی۔ خدائے تعالیٰ کی طرف سے مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ "الحمدللہ الذی جعل الصهر والنسب" یعنی اس خدا کو تعریف ہے جس نے تمہیں دامادی اور نسب دونوں طرف سے عزت دی یعنی تمہاری نسب کو بھی شریف بنایا اور تمہارے بیوی بھی سادات میں سے آئے گی۔ یہ الہام شادی کے لئے ایک پیشگوئی تھی جس سے مجھے یہ فکر پیدا ہوا

کہ شادی کے اخراجات کو کیونکر انجام دوں گا۔" (روحانی خزائن جلد۲۲ص۲۲۷)

براہین احمدیہ کی چھپائی کیلئے چندے کا اشتہار:

اپنی ان مالی پریشانیوں کا سب سے آسان حل مرزا صاحب کو یہ نظر آیا کہ لوگوں کی جہالت توہم پرستی‘ سادہ لوحی اور مذہب سے لگاؤ کا ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اوائل دور سے ہی مذہبی کتابوں کی چھپائی اور فروخت کو کمائی کا ذریعہ بنایا۔ سب سے پہلے اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لئے پچاس جلدوں میں براہین احمدیہ لکھنے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی مسلمانوں سے چندے کی اپیل کی۔ یہ وہ دور تھا جب ابھی ان کے کفریہ عقائد لوگوں پر آشکارا نہیں ہوئے تھے چنانچہ مسلمانوں کو اس کتاب کی اشاعت کے لئے چندہ کی ترغیب دیتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے:

"ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنیٰ اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہٰذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا۔ یا یوں کریں کہ ہر ایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ معہ اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں‘ جیسے جیسے کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد۱ص۲۱٬۱)

مسلمانوں نے پچاس جلدوں کی اس کتاب کے لئے دل کھول کر چندہ دیا اور کئی ایک حضرات نے تو کتاب کی پیشگی قیمت ادا کردی‘ مگر جب اگلے چار سالوں میں اس کتاب کی صرف چار جلدیں شائع ہوئیں تو مرزا صاحب کو دن میں تارے نظر آنے لگے‘ کیونکہ اس رفتار سے تو اگلے پچاس سال تک وہ کتاب ہی لکھتے رہتے اور شائع کر کے خریداروں میں مفت تقسیم کرتے رہتے‘ گویا کمائی کے دروازے بند ہوجاتے‘ چنانچہ چار جلدوں کے بعد انہوں نے براہین احمدیہ کی تالیف موقوف کردی‘ اگلے پچیس سالوں میں مرزا صاحب نے تقریباً ۸۰ دیگر کتابیں لکھ کر فروخت کیں اور جن لوگوں نے براہین احمدیہ کی پچاس جلدوں کی پیشگی قیمت ادا کی تھی ان کے احتجاج کی کوئی پروانہ کی اور نہ ہی اپنے وعدے کا پاس کیا۔ پچیس سال بعد انہوں نے اس کتاب کی پانچویں جلد شائع کی اور اس کے دیباچہ میں انتہائی ڈھٹائی سے تحریر کیا:

"پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا‘ اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔"

(دیباچہ براہین احمدیہ‘ روحانی خزائن جلد۲۱ص۹)

پیسوں کے متعلق پچاس ہزار الہامات:

مرزا صاحب کے نام نہاد الہامات و واہیات کا مطالعہ کریں اور ان کی تحریک کا جائزہ لیں تو وہ صرف پیسے کے گرد گھومتی نظر آئے گی‘ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کی مجھ سے یہ عادت ہے کہ اکثر جو نقد روپیہ آنے والا ہو‘ یا اور چیزیں تحائف کے طور پر ہوں ان کی خبر قبل از وقت بذریعہ الہام یا خواب کے مجھ کو دے دیتا ہے اور اس قسم کے نشان پچاس ہزار سے کچھ زیادہ ہوں گے۔"

(حقیقۃ الوحی‘ روحانی خزائن جلد۲۲ص۳۴۶)

مرزا صاحب کی واہیات کے چند نمونے:

"ایک رویاء دیکھا کہ ایک کاغذ ہے‘ جس کے اوپر کی دو تین سطریں فارسی خط میں ہیں‘ باقی سب انگریزی ہے‘ اس کا مطلب یہ سمجھ میں آیا: گویا کوئی میرا نام لے کر کہتا ہے کہ دو سو پچاس روپیہ انہیں دیا جائے۔" (تذکرہ طبع دوم ص۵۲۵‘ ریویو آف ریلیجنز فروری ۱۹۰۵ء)

"اول کسی نے کہا: کرنسی نوٹ‘ پھر ایک کتاب مجھے دی گئی‘ گویا وہ کرنسی نوٹ تھے‘ اور پھر الہاماً میری زبان پر جاری ہوا "دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہو گیا"

فرمایا: اخبار سے مراد خبر ہے۔

(تذکرہ طبع دوم ص:۵۸۹)

"ایک دفعہ مجھے الہام ہوا کہ بست و یک (اکیس) روپیہ آنے والا ہے‘ چنانچہ یہ الہام بھی ان ہی آریوں کو بتلایا گیا...... نیز آریوں کو گواہ بنانے کے لئے ایک روپیہ کی شیرینی تقسیم کی گئی...... اگر یوں نہیں تو شیرینی کھا کر ہی نشان کو یاد رکھیں۔"

(روحانی خزائن ص:۳۱۸ جلد۲۲)

دعا کی قبولیت کی شرط...... بھاری نذرانہ:

"جنوری ۱۹۰۸ء کا واقعہ ہے کہ ضلع کانپور کے ایک رئیس ولی محمد نام جو ایک عرصہ سے احمدی ہو چکے تھے اور اپنے بیمار بیٹے کی صحت کے واسطے ...... مسیح موعود (مرزا قادیانی)......کی خدمت میں خط لکھا کرتے تھے انہوں نے حضور کو لکھا کہ میں مدت سے علاج کرا رہا ہوں مگر اب تک میرے بیٹے کے حق میں دعا قبول نہیں ہوئی' حالانکہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر دعا کی قبولیت کا وعدہ ہے...... حضرت مسیح موعود نے فرمایا کہ جواب لکھ دیں کہ خدا کی یہ عادت نہیں کہ ہر ایک دعا قبول کرلے......خدا کے مقابلے میں کسی کا زور نہیں' اگر وہ رئیس ایسا ہی بے دل ہے تو چاہئے کہ اس سلسلے کی تائید میں کوئی بھاری نذر مقرر کرلے جو اس کی انتہائی طاقت کے برابر ہو اور اس کی اطلاع دے اور یاد دلاتا رہے۔" (مفتی محمد صادق قادیانی ۲۰/ اکتوبر ۱۹۳۷ء مندرجہ الفضل قادیان جلد ۲۵ نمبر ۲۴۶ ص ۲ مورخہ ۲۲/ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

خیرات کا مقصد؟......نام کا اشتہار:

"حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانے میں ایک عرب سوالی آیا۔ آپ نے اسے ایک معقول رقم دے دی' بعض نے اس پر اعتراض کیا تو فرمایا یہ جہاں بھی جائے گا ہمارا ذکر کرے گا گو وہ دوسروں سے زیادہ وصول کرنے کے لئے ہی کرے مگر دور دراز مقامات پر ہمارا نام پہنچا دے گا۔"

(اخبار الفضل قادیان جلد ۲۲ نمبر ۱۰۳ ص ۹ مورخہ ۲۶/ فروری ۱۹۳۵ء)

ٹیچی ٹیچی فرشتہ اور مالی مدد:

"۵/ مارچ ۱۹۰۵ء کو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا' میں نے اس کا نام پوچھا اس نے کہا نام کچھ نہیں' میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا' اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔ یہ پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں۔ یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا۔ تب میری آنکھ کھل گئی' بعد اس کے خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعے سے اور کیا براہ راست لوگوں کے ہاتھوں سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جن کا خیال وگمان نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آگیا۔"

(روحانی خزائن جلد ۲۲ ص ۳۴۶)

مال مفت' دل بے رحم:

قارئین کرام! آئیے اب دیکھتے ہیں کہ یہ ہزار ہا روپیہ جو کہ آج کے حساب سے کروڑوں روپے بنتے ہیں' مرزا صاحب نے کہاں خرچ کیا:

"اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ مہدی مسعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنی زندگی میں اپنے اہل وعیال اور اقارب کو اسی آمد میں سے خرچ دیتے تھے جو جماعت کی طرف سے آپ کی خدمت میں پیش ہوتی تھی یا کسی اور تحویل سے' یہ بات ہر ایک فرد جانتا ہے کہ حضور......اسی آمد سے خرچ دیا کرتے تھے پس آپ کے بعد انجمن (احمدیہ قادیان) کا یہ فرض ہے کہ ان کو اسی آمد میں سے اسی انداز پر دیں جس طرح حضرت مسیح موعود دیتے تھے' کیونکہ انجمن مسیح موعود سے بڑھ کر امین نہیں ہو سکتی۔"

(اظہار حقیقت ص ۱۳ مورخہ ۲۸/ نومبر ۱۹۱۳ء شائع کردہ انجمن انصار اللہ قادیان)

مرزا صاحب پر مریدوں کے پیسے ہضم کرنے کا الزام اور انکم ٹیکس کی چوری کا مقدمہ:

"مرزا غلام احمد پر امسال سات ہزار دو سو روپیہ اس کی سالانہ آمدنی قرار دے کر ایک سو ستاسی روپے آٹھ آنے انکم ٹیکس قرار دیا گیا......مرزا غلام احمد نے اپنے بیان حلفی میں لکھوایا کہ اس کو تعلقہ داری زمین اور باغ کی آمدنی ہے' تعلقہ داری کی سالانہ تخمیناً بیاسی روپیہ دس آنے کی زمین کی تخمیناً تین سو روپیہ سالانہ کی اور باغ کی سالانہ تخمیناً دو سو تین سو روپیہ' چار سو روپیہ اور حد درجہ پانچ سو روپیہ کی آمدنی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ اس کو کسی قسم کی کوئی آمدنی نہیں ہے' مرزا غلام احمد نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کو تخمیناً پانچ ہزار دو سو روپیہ سالانہ مریدوں سے اس سال پہنچا ہے اور اس کی ذات خرچ میں نہیں آتی' خرچ اور آمدنی کا حساب باضابطہ کوئی نہیں ہے صرف یادداشت سے تخمیناً لکھوایا ہے' مرزا غلام احمد نے یہ بھی بیان کیا کہ اس کی ذاتی آمدنی باغ زمین اور تعلقہ داری کی اس کے ذاتی خرچ کے لئے کافی ہے اور اس کو کچھ ضرورت نہیں ہے کہ وہ مریدوں کا روپیہ ذاتی خرچ میں لاوے۔"

(نقل نقش تاج الدین صاحب پرگنہ تحصیلدار بٹالہ' ضلع گورداسپور مورخہ ۳۱/ اگست ۱۸۹۸ء بمقدمہ عذرداری (انکم ٹیکس نمبری ۳۶/۵۵ ۱۸۹۸ء) روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۵۱۹)

(جاری ہے)

دینی مزاج

یہ کل کائنات اللہ تعالیٰ کی صفات کی مظہر ہے‘ اس کی مختلف صفات اس کی مخلوقات میں جلوہ گر نظر آتی ہیں‘ کہیں اس کی صفت رحمت کا ظہور ہے تو اس کی جباریت وقہاریت کارفرما نظر آتی ہے‘ کہیں وہ اپنی وسعت وکشائش کے دروازے بندوں پر کھول دیتا ہے‘ تو کہیں اس کی شان ”القابض“ نظر آتی ہے‘ کسی کو تحت الثریٰ سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک لے جاتا ہے‘ تو کسی کو اسفل السافلین تک پہنچا دیتا ہے‘ لیکن جو کچھ بھی وہ کرتا ہے‘ اس میں اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کی کارفرمائی دکھائی دیتی ہے۔

اس نے جو چیز بھی پیدا کی ہے وہ پورے توازن اور تناسب کے ساتھ پیدا کی۔ انسان کو اس نے اشرف المخلوقات بنایا‘ انسانی اعضاء کا تناسب اور جسم کا پورا نظام اس کی قدرت کی ایک دلیل ہے‘ آج کی جدید سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے۔ جسم انسان کے توازن وتناسب کا اور اس کی باریکیاں دیکھ کر بڑے سے بڑا منکر خدا بھی سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اس کے پس پردہ کوئی طاقت کام کر رہی ہے۔ جس کے ہاتھ میں کائنات کا نظام ہے اور جس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی چیز اپنی جگہ سے سر مو انحراف نہیں کر سکتی‘ انسان بلاشبہ اسباب تلاش کرتا ہے اور ایک سرے سے دوسرے سرے کو پکڑتا ہے‘ لیکن ایک حد پر جا کر اس کی بھی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے اور پھر اگر اس میں ذرا بھی ہوش ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے کہ یہ سب اسباب در اسباب میں ان کے پیچھے ضرور کوئی ہاتھ ہے جو ان کے لئے مسبب کا درجہ رکھتا ہے‘ وہی خالق انسان جس نے جسم انسانی کے تناسب وتوازن میں ایسی باریکیوں سے کام لیا کہ اس کا تصور بھی بعض مرتبہ انسان کے بس سے باہر ہو جاتا ہے‘ اس نے دنیا میں انسان کو زندگی گزارنے کا طریقہ بھی بتایا ہے‘ اور اس نظام حیات میں بھی اس حکیم وخبیر نے‘ انسانی طبیعت اور مزاج کے اعتبار سے ایسی باریکیاں ملحوظ رکھی ہیں کہ

مولانا سید بلال حسنی ندوی

کوئی بھی انسان اپنے طور پر ایسا نظام پیش کرنے سے قاصر ہے اور کیوں نہ ہو یہ اس خالق کائنات کا نازل کردہ نظام ہے جو نفسیات انسانی اور تقاضائے بشری سے نہ صرف واقف بلکہ اس کا خالق اور اس میں تصرف کرنے والا ہے۔

یہ نظام حیات اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے انسانوں کو عطا فرمایا اور سب سے اخیر میں کامل اور مکمل دستور زندگی کی شکل میں یہ نبی آخرالزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو امت کے سامنے پیش فرمایا‘ اسی نظام حیات کو شریعت اسلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

یہ نظام شریعت مختلف اجزاء ترکیبی سے مرکب ہے اور ہر ہر جزو کا ایک حجم متعین ہے‘ ان اجزاء کے توازن اور تناسب ہی سے اس نظام کا حسن وجمال ہے۔

اصول وعقائد میں صحت ودرستگی کے ساتھ پختگی‘ فرائض وواجبات کا اہتمام اور پابندی اور اس کے ساتھ فروعات اور وسائل میں توسع اور حالات وضروریات کی رعایت‘ یہ اس کی سرخیاں کہی جا سکتی ہیں۔

ان جلی عنوانات کی تفصیلات کے لئے قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا ذریعہ احادیث نبوی ہیں‘ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ احادیث وسیرت سے جو تفصیلات معلوم ہو سکتی ہیں‘ وہ قرآن مجید سے نہیں معلوم ہو سکتیں‘ قرآن مجید نے بنیادیں فراہم کی ہیں۔ اصول وعقائد کا بیان کیا ہے‘ ارکان اسلام کا ذکر اس میں موجود ہے لیکن ان کو تفصیل سے بیان کرنے کا کام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا گیا ہے اور امت سے صاف صاف یہ کہہ دیا گیا ہے:

”ما اتاکم الرسول فخذوہ
وما نہاکم عنہ فانتہوا۔“

ترجمہ: ”رسول تمہیں جو دیں وہ،

لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اقوال اور پاک سیرت سے ہمیں دین کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں، دین کا مزاج معلوم ہوتا ہے اور دین کی حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے۔

دین تو نہ صرف عقائد کا نام ہے اور نہ ہی چند اعمال کو دین کہا جاسکتا ہے، یہ زندگی گزارنے کا پورا ایک نظام ہے جو ہر فرد بشر کے لئے ہے، جو اس نظام کو پورے توازن اور تناسب کے ساتھ اختیار کرے گا وہ دین کا مزاج شناس کہلانے کا مستحق قرار پائے گا۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"الـدین یسـر و من یشاد الدین الاغلبہ۔"

ترجمہ: "دین آسان ہے اور جو دین سے کشتی لڑے گا تو وہ مغلوب ہو کر رہ جائے گا۔"

اللہ تعالیٰ نے دین کے مزاج کو انسانی مزاج کے مطابق بنایا ہے اس لئے وہ آسان ہے۔

عقائد میں تصلب اور پختگی اپنی جگہ پر لیکن ان میں بے ضرورت بال کی کھال نکالنا دین کے مزاج کے خلاف ہے، ایک باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی آپ نے اس سے دریافت فرمایا کس خدا کو مانتی ہو؟ اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اسی کو اس کے ایمان کے لئے کافی سمجھا اور کتنے مواقع ایسے ہیں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقائد کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں۔

نماز سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شغف کا کون اندازہ کرسکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

"یـا بـلال اقـم الـصلـوٰۃ ارحنا بہا۔"

ترجمہ: "اے بلال نماز قائم کرو اور اس کے ذریعہ سے مجھے راحت پہنچاؤ۔"

لیکن آپ ہی یہ بات بھی فرما رہے ہیں کہ میں نماز میں بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو نماز مختصر کر دیتا ہوں۔

ایک غزوہ کے موقع پر ایک صحابی بڑے شوق سے شرکت کے لئے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تمہارے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں! آپ نے فرمایا کہ جاکر انہیں کی خدمت کرو۔

دین کا مزاج یہ نہیں ہے کہ آدمی صرف رسمی عبادات میں لگا رہے، دین کی تعلیم یہ ہے کہ فرائض کی پابندی کے ساتھ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کی جائے، حقوق انفرادی بھی ہوتے ہیں اور اجتماعی بھی، ان کے بھی اپنے اپنے خانے متعین ہیں، ایک مسلمان کی ذمہ داری یہ ہے کہ اس کا عمل: "آتـوا کـل ذی حـق حـقـہ۔" (ہر حق والے کو اس کا حق دو) پر ہو، دعوت و تبلیغ کی مصروفیت صد مبارک مگر اس شرط کے ساتھ کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ انفرادی حقوق کی ادائیگی بے شک ضروری مگر اس شرط کے ساتھ اجتماعی مفاد پر ضرب نہ لگے بنیادی اصولوں کو ان کی جگہ پر رکھا جائے اور اسباب و وسائل کو اپنی جگہ پر، اپنی متعین جگہ سے کوئی بھی چیز ہٹائی جائے گی تو اس سے دین کا اصل مزاج باقی رہنا مشکل ہو جائے گا۔

نوافل کا اہتمام بے شک ترقی کا زینہ مگر اس شرط کے ساتھ کہ معاملات میں صفائی ہو اور کسی کی حق تلفی نہ کی جائے، اگر کسی کا بھی دل ٹوٹا تو خطرہ ہے کہ سب اکارت جائے، اہل اللہ کے یہاں ریاضات اور کثرت عبادت کے ساتھ دوسروں کی دل بستگی اور اخلاق کی بلندی مزاج نبوت کی میراث ہے۔

آج بڑے سے بڑے دینی کام کئے جارہے ہیں مگر عام طور پر یہ توازن اور دین کا یہ مزاج نگاہوں سے اوجھل ہوجاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے سامنے صحیح دین پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

☆☆..........☆☆

توجہ فرمائیں

فتنہ قادیانیت اور دیگر باطل فتنوں سے باخبر رہنے کے لئے ہفت روزہ "ختم نبوت" کا مطالعہ کیجئے۔ اس کے خریدار بنئے اور دیگر دوست واحباب کو بھی اس طرف توجہ دلائیں۔ ہفت روزہ "ختم نبوت" میں اشتہار دے کر جہاں آپ اپنی تجارت کو فروغ دیں گے وہاں آپ اس کار خیر میں شریک ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیرینہ محبت و تعلق کی بنا پر قیامت کے دن باعث شفاعت کا ذریعہ بھی بنیں گے۔

قارئین اور جماعتی احباب متوجہ ہوں

قارئین اور دیگر جماعتی احباب سے اپیل ہے کہ قادیانیوں کی شرانگیز سرگرمیوں اور ان کی ارتدادی تبلیغ کی اطلاع ملتے ہی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی دفتر کو اس سے آگاہ کریں تاکہ قادیانیوں کی اس فتنہ انگیزی کا بروقت سدباب کیا جاسکے اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا جاسکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جرأت ایمانی

پروفیسر سید احتشام احمد ندوی

حضرت عمر فاروقؓ نے تاریخ اسلام میں عظمت فکر و نظر اور عملی زندگی کے بلند مینارے قائم کر دیے ہیں۔ ان کا اسلام لانا اسلام میں ایک انقلاب پیدا کرتا ہے وہ صاف کہہ دیتے ہیں اور اعلان کر دیتے ہیں کہ اب اسلام کو چھپانے اور کمزور سمجھنے کا وقت چلا گیا ہے' اب ضرورت ہے کہ اسلام کی قوت کا مظاہرہ برسر عام کیا جائے اور کفار مکہ کو بتا دیا جائے کہ اسلام میں اتنی طاقت ہے کہ مسلمان کعبہ میں آ کر باجماعت نماز پڑھنے پر قادر ہیں' چنانچہ حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کے اصرار پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی ہو گئے اور مسلمان دو صفوں میں بٹ گئے' ایک صف کی قیادت حضرت حمزہؓ کر رہے تھے اور دوسری صف کی قیادت حضرت عمرؓ کر رہے تھے یہ دونوں اسلام کے شیر تھے اور قریش کے عظیم طاقتور اور شیر دل لوگوں میں ان کا شمار تھا' ان کے اسلام لانے کے بعد مسلمانوں کو طاقت محسوس ہوئی' قریش کے معاشرہ میں دو عظیم بہادروں کا اسلام میں داخل ہونا ایک انقلاب تھا' حضرت عمرؓ نے صاف اعلان کر دیا کہ جس کو مزاحمت کرنی ہو وہ نکل آئے اور دو دو ہاتھ کر لے مگر سارا مکہ خاموش رہا' کفار اپنی آنکھوں سے نماز کا پُر تاثیر منظر دیکھتے رہے' مسلمان دو صفوں میں کعبہ پہنچے' قریش کے سرداروں کے سامنے کعبہ کے صحن میں نماز ادا کی' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی حضرت عمرؓ اور حضرت حمزہؓ کی شجاعت کے آگے کسی کی ایک نہ چلی' وجہ صرف یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی یہ پسند نہیں کرتی تھی کہ اسلام کو چھپایا جائے اور نماز چھپ کر پڑھی جائے' اب تک مسلمان نماز چھپ کر پڑھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غرض سے حضرت ارقمؓ کا مکان دارالاسلام بنا دیا تھا' سارے مسلمان وہاں جمع ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ادا کرتے' قرآن پڑھتے دین کو سیکھتے اور مکان کا دروازہ اندر سے بند ہوتا' اب جب کہ حضرت عمرؓ ایمان لے آئے تو ان کی جرأت ایمانی میں پہلی بار سارے مسلمانوں کو جمع کر کے برسر عام کعبہ کے اندر قریش کی موجودگی میں نماز ادا کی اور ایمان کا اعلان کر دیا' یہ جرأت ایمانی ان کی پوری زندگی میں روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

جب حضرت عمرؓ نے ہجرت کی تو چالیس آدمیوں کو ساتھ لیا اور اعلان کر دیا کہ جس کو اپنے بچوں کو یتیم بنانا ہو اور اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو آ کر وہ میرا مقابلہ کرے' کسی کو جرأت نہ ہوئی اور حضرت عمرؓ نے پوری شان سے اپنا سامان لے کر ہجرت کی اور کفار دم بخود رہ گئے۔

ایک مسلمان اور ایک یہودی کا مدینہ میں جھگڑا ہوا' یہودی اپنا قضیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کے حمایت میں فیصلہ کر دیا' مسلمان اس پر راضی نہ ہوا اور وہ اپنا قضیہ حضرت عمرؓ کے پاس لے گیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا اس مسلمان سے: کیا واقعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر فیصلہ کر دیا ہے؟ مسلمان نے کہا کہ ہاں' حضرت عمرؓ نے فرمایا تو پھر ذرا انتظار کرو میں آتا ہوں' حضرت عمر گھر کے اندر گئے اپنی تلوار لائے اور اس مسلمان سے فرمایا کہ تو حضورؐ کے فیصلے سے راضی نہیں ہے اور میرا فیصلہ چاہتا ہے' میرا فیصلہ یہی تلوار ہے' حضرت عمرؓ نے اس کی گردن قلم کر دی' ان کی جرأت ایمانی یہ برداشت نہ کر سکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر کوئی دوسرا فیصلہ کرے' یہ مسلمان کی شان نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی نے مجبور کیا کہ وہ اس مسلمان کا سر قلم کر دیں۔

حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی کے عظیم واقعات سے تاریخ اسلامی کے واقعات روشن ہیں' مختلف مواقع پر وہ شدت ایمان اور یقین محکم کا پیام دیتے ہیں' وہ دبنا نہیں جانتے' وہ کھل کر سامنے آتے ہیں اور ایمان کی طاقت سے اپنے مافی الضمیر کا اعلان کر دیتے ہیں' چنانچہ غزوہ بنی مصطلق میں دو آدمیوں کے درمیان پانی کے بارے میں جھگڑا ہوا جہنی نے انصار کو پکارا اور مہاجر نے مہاجرین کو پکارا مدد کے لئے' اس پر عبداللہ بن سلول

منافق جوابی وادی کے نام پر ابن سلول کہلاتا ہے وہ اس موقع پر موجود تھا اور منافقوں کا سردار تھا اس نے انصار کی طرف دیکھا اور بولا یہ تم لوگوں کی حرکت ہے' تم ان مسلمانوں کو مکہ سے لے آئے ان کو اپنا مال سپرد کر دیا اور ان پر خرچ کرتے ہو اگر تم ہاتھ روک لو تو یہ سب بھاگ جائیں گے اور کہیں اور جا کر بسیں گے اب میں دیکھتا ہوں کہ مدینہ میں واپسی کے بعد عزت والے ذلت والوں کو اس سے نکال دیں گے اس موقع پر ایک نوجوان ارقم موجود تھا جو انصاری تھا اس نے سارا واقعہ جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں من و عن پیش کر دیا' عبداللہ بن سلول منافق کو معلوم ہوا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور قسم کھا کر کہا کہ میں نے ایسا نہیں کہا ہے حالانکہ اس نے کہا تھا کچھ ہی دیر بعد آسمان سے وحی نازل ہوئی اور پوری سورۂ منافقین اتری جو تاقیامت اس واقعہ کا دستاویزی ثبوت ہے اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ کیا کریں' حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی جوش میں آ گئی ان کا خون کھول گیا اور فرمایا کہ یا رسول اللہ حکم دیجئے میں اس کا سر ابھی قلم کئے دیتا ہوں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں عمر۔ لوگ کیا کہیں گے وہ اپنی مجلسوں میں باتیں کریں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں' یہ معاملہ اسلام کی تاریخ میں نہایت نازک تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابن سلول کو قتل کرا دیتے ہیں تو اسلام کی خیریت نہیں تھی اس لئے خزرج کے قبائلی جذبات بھڑک اٹھتے اور قبائل میں عصبیت ایسی زبردست طاقت تھی' جس کا مقابلہ صرف اسلام کر سکتا تھا اور اس نے کیا' عبداللہ بن سلول یثرب کا بادشاہ مان لیا گیا تھا' اس کے تاج کے لئے موتی خرید لئے گئے تھے کہ اسی دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچ گئے' ابن سلول سمجھتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بادشاہت چھین لی' اس بنا پر بڑے بڑے انصار حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے یا رسول اللہ اس شخص کے ساتھ محبت اور مہربانی برتئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تادم آخر اس کے ساتھ مہربانی برتی جس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔

عبداللہ بن سلول کو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابن سلول کو قتل کرنا چاہتے ہیں' باپ بیٹے دونوں کا نام عبداللہ تھا' بیٹے عبداللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا یا رسول اللہ میں نے سنا ہے کہ آپ ابن سلول کو قتل کرانا چاہتے ہیں' آپ مجھے حکم دیجئے میں ان کا سر اتار کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں خوب یاد رہے کہ یہ بیٹا نہایت مخلص مسلمان تھا لیکن اس کا باپ سب سے بڑا منافق تھا اور اس کی بیٹی جمیلہ بھی نہایت مخلص مسلمان تھی اور اس کا داماد تو نہایت مخلص مسلمان تھا اور تاریخ میں ان کا نام حنظلہ غسیل ملائکہ تھا' حضرت عبداللہ نے فرمایا: یا رسول اللہ! میں اپنے باپ کا نہایت فرمانبردار بیٹا ہوں میں برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی شخص میرے باپ کو قتل کر کے مدینے میں چلتا پھرتا رہے' میں اس کو قتل کر دوں گا لہٰذا آپ مجھے حکم دیجئے میں اپنے باپ کا سر اتار کر خدمت میں پیش کر دیتا ہوں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں جب تک عبداللہ بن سلول میرے ساتھ ہیں' میں ان کی عزت کروں گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا' جب ابن سلول پر موت کا حملہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا پیراہن مانگا کفن کے لئے' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر دے دی' ابن سلول نے چادر واپس کر دی اور بولا: حضورؐ مجھے وہ جبہ عنایت فرمائیں جو آپ کے جسم کو چھوتا ہے' حضورؐ نے اپنا جبکہ عنایت فرمادیا اسی میں اس کی تکفین کی گئی۔

کہتے ہیں کہ اس واقعہ سے اس دن ایک ہزار منافق ایمان لے آئے اور دل سے اسلام قبول کر لیا' جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا سردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنا یقین رکھتا ہے کہ آپ کے جسم کو چھونے والا جبہ طلب کرتا ہے برکت کے لئے۔

اب عبداللہ بن سلول کا جنازہ لایا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھانے' حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی پھر جوش میں آئی اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! اس شخص نے فلاں موقع پر یہ کیا فلاں موقع پر اسلام کے خلاف یہ یہ کام کئے جنگ احد میں تین سو منافقوں کے ساتھ الگ ہو گیا اور آپؐ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی کا یہ عالم ہوا کہ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا تا کہ آپؐ اس کی نماز نہ پڑھائیں' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ مجھے چھوڑ دو میں نماز پڑھاؤں گا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی نماز کے بعد دعا مانگی اور اس کی مغفرت کی دعا فرمائی' مگر اس کے معاً بعد آیت حضرت عمرؓ کے موافقت میں نازل ہوئی کہ اے رسول اب کسی منافق کی نماز جنازہ نہ پڑھئے۔ آیت درج ذیل ہے۔

> ''اور اے نبی منافقوں میں سے
> اگر کوئی مر جائے تو اس کے جنازہ کی نماز
> بھی نہ پڑھئے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے
> ہو کر دعائے مغفرت کیجئے' اس لئے کہ
> انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ
> کفر کیا ہے اور وہ اس حال میں مرے ہیں
> کہ فاسق و نافرمان تھے۔'' (التوبہ:۸۴)

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو حذیفہؓ کو تمام منافقین کے نام بتا دیئے تھے

چنانچہ حضرت عمرؓ اس شخص کی نماز جنازہ میں شرکت نہ فرماتے جس میں حضرت ابوحذیفہؓ شریک نہ ہوتے۔

حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی اور شدت تقویٰ کی گواہی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے' واقعہ یہ پیش آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عورتیں جمع تھیں اور آپ ؐ سے اپنی باتیں معلوم کر رہی تھیں کہ اتنے میں حضرت عمرؓ آ گئے' سب عورتیں ڈر کے مارے ادھر ادھر چھپ گئیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرؓ جدھر جاتے ہیں' شیطان اس راستہ کو چھوڑ کر بھاگ لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے عورتو! تم کیسی ہو کہ اللہ کے رسول سے نہیں ڈرتی ہو اور مجھ سے ڈرتی ہو۔

حضرت عمرؓ کی جرأت ایمانی کا اصل موقع صلح حدیبیہ کے موقع پر پیش آیا' ایک طرف حکم اللہ کا اور حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا' دوسری طرف آزمائش حضرت عمرؓ کی جرأت وغیرت ایمانی کی' بھلا حضرت عمرؓ دب کر صلح کرنے والے کب تھے؟ مگر چونکہ جب اللہ کے رسول کا حکم ہو گیا تو حکم کو مان لیا' مگر غیرت خاموش نہ رہ سکی' جا کر خود شمع نبوت کے سامنے حاضر ہوئے اور بولے کہ کیا آپ اللہ کے رسول نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ کا رسول ہوں۔ عرض کیا یہ قریش والے کفار نہیں؟ فرمایا کہ ہاں یہ سب کفار ہیں' عرض کیا کہ پھر ہم دب کر کیوں صلح کریں اور ہم کیوں ضعف دکھائیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دب کر صلح نہیں ہے بلکہ یہ اسلام کی فتح ہے' حضرت عمرؓ کی جرأت وغیرت بڑھی رہی وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اور ان سے بھی یہی باتیں کہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھیں' انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کا فیصلہ ہی ٹھیک ہے' بہرحال یہ حضرت عمرؓ کی انتہائی غیرت ایمانی تھی' جس پر وہ صبر نہیں کر سکے' محسوس تو مسلمان بھی کر رہے تھے کہ فیصلہ دب کر ہوا ہے کہ اگر کوئی کافر مسلمان ہو کر مدینہ آ جائے تو وہ واپس کر دیا جائے گا اور اگر کوئی شخص مرتد بن کر مکہ جائے تو واپس نہ کیا جائے گا' اسی پر عمل ہوا' سارے صحابہ کرامؓ پریشان تھے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ مسلمان سر منڈائیں اور قربانی کریں' لیکن اس پر عمل درآمد نہیں ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا دکھ ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر حضرت ام سلمیٰؓ سے شکایت کی' حضرت ام سلمیٰؓ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! مسلمان اس وقت پریشان ہیں' آپ باہر نکلئے خود سر منڈایئے اور قربانی کیجئے' سب آپ کی اتباع کریں گے' چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرت ام المومنینؓ کا مشورہ صحیح ثابت ہوا۔ پس منظر میں حضرت عمرؓ کی غیرت ایمانی کو آزمائش سے گزرنا پڑا۔ اس کے بعد سورۂ فتح نازل ہوئی اور اس صلح کو اللہ نے ''فتح مبین'' قرار دیا اور تاریخ نے ثابت کر دیا کہ یہ فتح دب کر نہیں ہوئی بلکہ اسلام کی فتح تھی۔ حضرت ابوجندلؓ نے اپنا گروہ بنا کر مکہ والوں کے قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا جس کے باعث خود مکہ والوں نے درخواست کی کہ اس شرط کو ساقط کر دیا جائے' چنانچہ اس شرط کو ساقط کر دیا گیا' اس وقت ان تمام لوگوں نے سمجھ لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بڑی دانشمندی کی اس شرط کو قبول کر کے' اس کے ذریعہ مکہ والے خوش ہو گئے کہ انہوں نے پالا مار لیا مگر وہ بھول گئے کہ مسلمانوں سے حالت امن میں ملنے جلنے سے اسلام کی خوبیاں پھیل جائیں گی اور وہی ہوا۔ چند برس میں پورے جزیرۃ العرب میں اسلام پھیل گیا' یہ فیض تھا صلح حدیبیہ کا۔

حضرت عمرؓ کی شدت احساس ایمانی اور غیرت ایمانی نے جو کچھ رد عمل کیا' اس کا افسوس ان کو تاحیات رہا' وہ صدقہ کرتے' توبہ کرتے' غلام آزاد کرتے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ان سخت الفاظ کو معاف کر دے جو صلح حدیبیہ کے بارے میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہے' مگر ان کی نیت خالص تھی سارے صحابہ کرامؓ کا احساس بھی یہی تھا' صرف حضرت عمرؓ نے اظہار کر دیا تھا باقی لوگ اپنے احساس کو دبائے رہے' حضرت عمرؓ اپنی اعلیٰ اسلامی حس اور شدت ایمانی کے باعث اپنے ضمیر کو دبانے پر قابو نہ پا سکے' مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی برا نہ مانا' ایک طرف محبت کی نظر دوسری طرف شدت ایمان و ایقان اور شدت اطاعت و فرمانبرداری' حضرت عمرؓ نے ایک لفظ بھی گستاخی اور گرمی کا نہیں منہ سے نہ نکالا صرف اتنا فرمایا کہ جب آپ رسول برحق ہیں تو ہم دب کر صلح کیوں کریں؟ مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صلح کو فتح قرار دیا اور خود قرآن میں سورۂ فتح اللہ نے نازل کر دی تو حضرت عمرؓ نے توبہ کی اور صدقہ و خیرات اور بہت کچھ راہ خدا میں خرچ کیا' یہ سب ان کے اندرون بروست ایمانی طاقت کا غماز ہے' دین پر شدت اور غیرت کا احساس تو ان کو بھی تھا' جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ عمرؓ تم قریش کے پاس جا کر میرا پیغام پہنچاؤ تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ جانتے ہیں کہ قریش میری شدت سے واقف ہیں اگر آپ حضرت عثمانؓ کو بھیج دیں تو وہ یہ سفارت عمدہ کر سکیں گے' اس لئے کہ ان کا قبیلہ طاقتور ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو روانہ کر دیا اور وہ اپنی سفارت میں کامیاب رہے' بیعت رضوان اس سفارت کا نتیجہ ہے' الغرض حضرت عمرؓ کی شدت ایمانی محمود تھی اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تابع تھی:

''نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں''

☆☆..........☆☆

جزیرۂ عرب! عالم انسانیت سے مخاطب

میں نے تیری باتیں سنیں' بلاشبہ تیری گفتگو میں اخلاص ہے اور لہجہ سے صداقت اور سنجیدگی نمایاں ہے' درحقیقت تو نے مجھے مخاطب کر کے اپنے ایک حصہ جسم اور عضو بیدار کو مخاطب کیا ہے' جسے ان تمام باتوں کا احساس ہے جو تجھے محسوس ہوتی ہیں اور جسے تیری تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے اور جو واقعی تیرے رنج وراحت کا شریک اور درد دکھ کا ساتھی ہے۔

تو نے عالمگیر رہنمائی کا تذکرہ کر کے مجھے وہ زمانہ یاد دلایا جسے یاد کر کے ہمیشہ میرا غم تازہ ہوجاتا ہے اور دل میں رنج وحسرت کا طوفان امنڈنے لگتا ہے جیسا کہ تجھے معلوم ہے میں تو سارے عالم سے الگ تھلگ ایک جزیرہ تھا' جس کی نہ کسی کے نظر میں کوئی اہمیت تھی اور نہ کوئی نگاہ اٹھا کر دیکھتا تھا' جس وقت روم و فارس میں تمدن عروج پر تھا اور تو علم و صنعت میں ممتاز تھا' اس وقت تیرے متمدن افراد سے جب میرے باشندوں کے بارے میں کچھ دریافت کیا جاتا تو یہی کہتے کہ جزیرۂ عرب کے بدو ہیں' علم وتمدن سے دور' صنعت سے بیگانہ' حکومت و جہانبانی سے تہی مایۂ اونٹوں کے چرواہے ہیں' جھونپڑوں میں رہتے ہیں اور زبان دانی اور فصاحت میں ممتاز ہیں۔

لیکن خطا معاف! زندگی کی حرارت تیرے جسم سے مفقود ہوچکی تھی اور تو نے اپنی حرارت کھودی تھی' انبیاء کی دعوت مالداروں کے عیش وآرام' غریبوں کی بدحالی وبیچارگی' شاہان وقت کے مظالم اور زندگی کے گوناگوں تقاضوں اور سختیوں میں اس طرح کھوئی گئی تھی کہ ان سب نے دل میں کوئی گنجائش چھوڑی تھی اور نہ وقت میں' اور نہ صبر ہی کی تاب تھی' نتیجہ یہ ہوا کہ ایک وسیع وعریض خطے میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں ملتا تھا جو آخرت کے متعلق سوچتا اور اسے دین کی پرواہ ہوتی یا مقصد زندگی پر غور کرتا' شاذ ونادر ہی کوئی ایسا رہا ہو جس کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا ہوش یا فرصت ہو......

ادھر میرا یہ حال تھا بلا کسی انکسار کے کہتا ہوں کہ اخلاق واجتماعی اور دینی اعتبار سے مختلف امراض کا شکار تھا' ایسے امراض کہ بسا اوقات تیرے امراض وعیوب کو بھی ان سے شرم آتی' لیکن زندگی کی ایک دبی ہوئی چنگاری ضرور تھی' مصائب کی برداشت' مقصد میں

مولانا ابوالحسن علی ندویؒ

پختگی' عقیدے کی راہ میں جان دینے کے لئے تیار رہنا' معاشرت میں سادگی' مادیت ودولت کو حقیر سمجھنا اور اسی طرح کے وہ تمام اوصاف جو ایک مسلسل قربانی دینے والی قوم کے لئے ضروری ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تیری طرف ایک نگاہ ڈالی' اس وقت تیرے دامن میں وہ سب کچھ تھا جس سے سیاح خوش ہوتے ہیں اور سیر وتفریح کرنے والے جن سے دلچسپی لیتے ہیں' لیکن وہ بات نہیں تھی جو اس عالم کے اس خالق کو راضی کر سکے جس نے کسی مقصد کے ماتحت اس جہاں کو پیدا کیا ہے' چنانچہ حکمت الٰہی ان تمام قوموں کا جائزہ لینے کے بعد اس قوم پر متوجہ ہوئی جو معاشرت میں سب سے زیادہ گمنام لیکن امانت داری میں سب سے زیادہ آگے تھی اور اسی کو اپنے پیغام رسانی کے لئے منتخب فرمایا اور عالم انسانیت کے لئے اس کو مامور ومقرر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو میرے پاس بھیجا' جنہوں نے ام القریٰ میں آنکھیں کھولیں اور میرے ہی گہوارے میں پلے' میری نگاہوں کے سامنے پروان چڑھے اور میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ انسانیت کی آنکھوں کا نور اور خلاصہ کائنات بن کر تشریف لائے۔

اور ایک دن جس کی صحیح اہمیت کا اس وقت مجھے اندازہ نہیں تھا' اللہ تعالیٰ نے میرے ہی ایک پہاڑ پر انہیں رسالت سے مشرف فرمایا اور میری طرف مبعوث فرمایا کہ وہ سارے جہاں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں' اس کے عذاب سے ڈرائیں اور اس کی رحمت کی خوشخبری سنائیں اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے چند افراد بھی منتخب فرمادیئے جو میری ہی وادی کے چشم وچراغ تھے ہر چند کہ ان کی طرف میں نے کوئی توجہ نہیں کی تھی اور نہ ان کی قیمت کا مجھے کوئی اندازہ تھا' لیکن انہوں نے اپنی اہمیت وقیمت خود ثابت کردی۔

دل کے سب سے زیادہ پاک' علم میں گہرے' تکلفات سے دور' ہمت کے دھنی' ارادے کے پکے' ایمان کے سچے' راتوں کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار تھے پھر تو نے دیکھا کہ میں بھی ایک نئی روح لے کر اٹھا اور تازہ دم ہو کر تیرے سامنے آیا' یہ رسالت کی روح تھی اور ایمان کا دم خم تھا اور ایسے جوش

کے ساتھ آیا جس سے تجھے کبھی واسطہ نہیں پڑا تھا' تو نے اس وقت مجھے گھور کر دیکھا اور حریص اور جنگجو اور لالچی حکمرانوں میں شمار کیا' تو نے سمجھا کہ میں کسی ذاتی غرض کے لئے تیرے سامنے آیا ہوں یا فاقہ و تنگدستی اور رسد کی کمی نے مجھے حملہ پر مجبور کیا ہے چنانچہ یا تو تو نے وہ سب کچھ پیش کرنے کی کوشش کی جو حملہ آوروں کی بھوک کو سیر اور حریص حکمرانوں کی مسرت کا سبب ہوتی ہے لیکن معاملہ یہاں برعکس تھا' صرف رحم کا جذبہ تھا اور تجھے بگڑے ہوئے تمدن کے ناسور اور بت پرستی کی لعنت سے بچانے کی تڑپ تھی' تو نے خواہ مخواہ میری راہ روکنا چاہی اور بے نتیجہ مجھ سے جھگڑا مول لیا' لیکن روحانی قوت اور ایمانی حرارت کے آگے تیری مادی طاقتیں پگھلنے اور کمزور پڑنے لگیں' یہاں تک کہ تو نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور قضائے مبرم کے آگے سر تسلیم خم کردیا' پھر جب فتح و انقلاب کی دہشت دور ہوئی اور تیرے حواس بجا ہوئے اور میرے پیغام کا تو نے مطالعہ کیا اور اسے سمجھنے کی کوشش کی تو یہ حقیقت تجھ پر روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کا راز صرف اسی پیغام میں مضمر ہے اور یہی علم و عقل اور امن و سلامتی کی دعوت ہے اور صرف یہی دعوت' صالح تمدن کی بنیاد اور حوصلہ انسانی کی معراج بن سکتی ہے' چنانچہ کہتے ہیں ممالک ایمان سے مشرف ہوئے اور قومیں اس دعوت کے آگے سرنگوں ہوئیں' اس ایمان نے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام کیا اور ایک زمانہ سے جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے ان سے گلوخلاصی نصیب کی اور علم و دین کی امامت اور حکومت و سیاست میں پیشوائی کے قابل بنادیا۔

اسی درمیان میں مجھ پر وہ حادثہ گزرا جو دنیا کا سب سے بڑا سانحہ تھا' میں تجھ سے چھپاتا نہیں کہ ان غیر معمولی فتح مندیوں اور بے شمار مال غنیمت اور بڑے بڑے خزانوں اور ان چکاچوند کردینے والے تمدنوں نے جن سے مجھے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا مجھے مدہوش بنادیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرا شعلہ ایمان سرد پڑ گیا اور جوش و ہمت مفقود ہوگیا دلوں کی انگیٹھیاں سرد ہوگئیں کیونکہ ایمان ہی دلوں سے جاتا رہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس بات کا خطرہ ظاہر کیا وہ ہو کر رہی:

"مجھے اس کا خوف نہیں ہے کہ تم غریب ہوجاؤ گے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر دنیا نہ مسلط ہوئی تھی جو تم سے پہلے تھے' پھر یہ دنیا تمہیں اسی طرح ہلاک کردے' جس طرح اس نے ان لوگوں کو ہلاک کردیا۔"

بالآخر میرے افراد تو وہی رہے لیکن روح وہ نہ رہی' ان کے جسم انہیں کے جیسے تھے' بلکہ ان سے زیادہ توانا' لباس کا کیا کہنا پہلے سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور نفیس' چہرے دیکھئے تو کہیں زیادہ تابناک و تابدار لیکن روحیں سرد' دل بجھے ہوئے' عزائم پست:

"ان کو دیکھو تو ان کے جسم بڑے بھلے لگیں' باتیں کریں تو ایسا معلوم ہو کہ بس سنتے ہی رہ جائیں (اندر سے اس قدر کھوکھلے کہ) گویا وہ ٹیک لگائے ہوئے کھڑے ہیں۔"

اس وقت میں کمزوری اور کسل کا خوگر ہوگیا' ضعف و سستی نے کشمکش حیات سے فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا' میں نے اسی میں سلامتی سمجھی کہ دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرکے عزت و خاموشی میں زندگی گزاروں' زندگی سے میری یہ کنارہ کشی ایک عالمگیر انسانی سانحہ اور بین الاقوامی حادثہ تھا' ساری قومیں بھیڑوں کا ایک ریوڑ تھیں جن کا کوئی نگہبان نہیں تھا اور قافلہ انسانی کی یہ بے بسی قابل رحم تھی کہ چلنا ضرور ہے اور کارواں سالار کا پتہ نہیں۔

یہ وہ سنگین وقت تھا کہ ساری قومیں علم و تمدن اور صنعت و اکتشاف کے میدان میں حواس باختہ اور سرگرداں تھیں یہ وقت بڑی مصیبت کا تھا' ایک طرف سائنس دانوں اور محققین نے وسیع طاقتوں اور محیر العقول ذرائع کا انکشاف' ہوا پانی برق و بخار اور تمام علوم و حکمت پر عبور حاصل کرلیا تھا' لیکن روح کی اہمیت کو نظر انداز کردیا' ایمان کی قدر و قیمت کی تحقیر کی' اخلاقی تربیت کے مسئلہ کو پس پشت ڈال دیا نتیجہ یہ ہوا کہ تیری پیش قدمیوں کے خمیر میں نقص شامل رہا اور تیری نشاۃ ثانیہ ایک ہنگامی غیر منظم اور بے مقصد حرکت و جدوجہد تھی' تیری مثال ایک جنگلی خودرو پودے کی تھی' جو بغیر کسی نگرانی کے پھول پھل رہا ہو ایک شاخ دائیں جارہی ہے تو دوسری بائیں جانب بڑھ رہی ہے' ایک ٹہنی فضا پاگئی تو بہت دور تک پھیل گئی اور دوسری ٹہنی کو موقع نہ ملا تو سمٹ کر رہ گئی یا جیسے کوئی انسانی بچہ جو ریچھ کے بھٹ یا بھیڑیے کے کھوہ میں پرورش پاتا ہے کہ اس کے ناخن و پنجے بڑے طاقتور ہوجاتے ہیں لیکن انسانی اخلاق میں صفر اور عقل سے محروم رہ جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ تو مشینوں کی ترقی و کثرت اور مقصد کے فقدان کی شکایت کررہا ہے اور تجھے گلہ ہے کہ قوت کا استعمال ہورہا ہے' علوم میں الجھاؤ ہے تربیت یافتہ طبقے میں اخلاقی سقم ہے' ادباء و مصنفین حرص و طمع کے اور اخبار نویس کذب بیانی کے شکار ہیں' سیاسی لیڈروں میں مکر و فریب ہے' اطباء و معالجین خطرہ جان اور ناعاقبت اندیش ہیں' انہیں باتوں کا نتیجہ ہے جس کی تجھے شکایت ہے کہ روح بیمار ہوگئی ہے اور قلب مضطرب' نفس مجروح ہے۔

☆☆..............☆☆

دینی مدارس فوائد وثمرات

اسپین کی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب وہاں مسلمانوں کا آٹھ سو سالہ سیاسی اقتدار ختم ہوا تو اس کے ساتھ وہاں اسلام کی اصلی شکل بھی زائل ہوگئی یا تو مسلمان مار ڈالے گئے یا وہاں سے بھاگ کر کہیں اور پناہ لے لی' حالانکہ سیاسی اقتدار کے خاتمہ کے بعد بھی اسپین میں مسلمان ہزاروں کی تعداد میں باقی رہے لیکن چونکہ مسلمان آپس اختلافات میں الجھ کر رہ گئے دین کی اہمیت ان کے دل سے جاتی رہی اور ان کے بعد نسلوں میں دینی تعلیم کا تسلسل ٹوٹ گیا جیسا کہ سب کو معلوم ہے' اس لئے یہ اسلامی زوال میں تبدیل ہوگیا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسپین میں اسلامی علوم کو بہت زیادہ فروغ ملا' جسے وہاں کی حکومت کی سرپرستی حاصل تھی' تعلیم وتدریس اور اشاعت دین میں وہاں کے حکمران خاص دلچسپی لیتے تھے۔ جس کی وجہ سے اسپین اسلامی علوم کا گہوارہ بن گیا تھا' مگر حکومت کے خاتمہ کے بعد جب اس کی تعلیمی سرپرستی ختم ہوگئی تو اس کے ساتھ تعلیم کا سارا نظام بھی ختم ہوگیا' وہاں ملت اسلامیہ کے مقدر کی وہ تاریک رات شروع ہوگئی جس کی پھر سحر نہ ہوسکی اور اسپین ماضی کے دھندلکوں میں کھوگیا' یہاں تک کہ لوگ اپنی شناخت بھی کھو بیٹھے۔ اسپین کے مقامی معاشرہ میں وہ اس طرح ضم ہوگئے کہ انہیں یہ بھی یاد نہ رہا کہ ان کے آباؤاجداد پہلے کبھی مسلمان تھے۔

انیسویں صدی میں جب ہندوستان میں مسلم اقتدار کا خاتمہ ہوا تو یہاں کی مسلم نسلوں کے لئے بھی اس قسم کا خطرہ پیدا ہوگیا کیونکہ اب تک تعلیم وتدریس کا پورا کام حکومت کی سرپرستی میں انجام پاتا تھا۔

حکومت کے خاتمہ سے ظاہر ہے حکومت کی سرپرستی بھی ختم ہوگئی مگر اس نازک موقع پر اللہ تعالیٰ نے علمائے اسلام کو کھڑا کیا' انہوں نے یہ منصوبہ بنایا کہ حکومت کے تعاون کے بغیر عام مسلمانوں کی مدد سے تعلیم دینے کا نظام چلایا جائے۔

اللہ کی خصوصی مدد وتوفیق سے یہ منصوبہ کامیاب رہا اور بڑھتے بڑھتے یہ حال ہوا کہ سارے ملک میں

محمد اطہر جمال قاسمی

چھوٹے بڑے بے شمار مدارس کا جال بچھ گیا' گزشتہ سال ایک سرکاری رپورٹ میں بتایا گیا کہ ہندوستان کی گیارہ ریاستوں میں کل انتیس ہزار اٹھتر (۲۹۰۷۸) مدارس ہیں۔ (ماہنامہ مظاہر علوم ستمبر ۲۰۰۲ء)

اس تعلیمی منصوبہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان اسپین جیسے حالات میں تبدیل ہونے سے مکمل طور پر بچ گیا' ہر شخص جانتا ہے کہ اس ملک کے مسلمان آج پوری دینی شناخت کے ساتھ یہاں رہ رہے ہیں' اس صورتحال میں بنیادی کردار مدارس ہی کا ہے ان کی دینی زندگی یہاں اتنی مستحکم ہوچکی ہے کہ بار بار مختلف قسم کے ظلم وتشدد کے طوفان آئے مگر اس سے مسلمانوں کے دینی وقار میں کوئی تبدیلی نہیں آئی' بلاشبہ اس کا سارا کریڈٹ بڑی حد تک علمائے کے قائم کردہ اس تعلیمی نظام کو جاتا ہے' جس کو مدارس دینیہ کا نظام کہتے ہیں جو نسل در نسل مسلمانوں کو تعلیم یافتہ بنانے کا کام انجام دے رہا ہے۔

مدارس کی تعلیم آدمی کو اس قابل بنادیتی ہے کہ وہ کتابوں تک رسائی حاصل کرسکے اور جب ایک آدمی کتابوں سے اخذ کرنے کے قابل ہوجاتا ہے تو وہ اپنے اندر یہ قابلیت محسوس کرتا ہے کہ دنیا بھر کے اہل دماغ اور اہل فکر کے نتائج تحقیق سے استفادہ کرسکے' قوت مطالعہ نہ ہو تو آدمی کی شخصیت ایک محدود شخصیت ہوتی ہے' قوت مطالعہ حاصل ہوتے ہی اس کی شخصیت ہمہ گیر بن جاتی ہے۔

پوری دنیا کا کتابی ذخیرہ اس کے لئے ایک وسیع علمی دسترخوان کی صورت اختیار کرلیتا ہے' دینی مدارس کا ایک اور عظیم فائدہ وہ ہے جس کو ایک لفظ میں سپلائی ہاؤس کہا جاسکتا ہے' سپلائی ہاؤس سے مراد کیا ہے؟ اس کو اس طرح سمجھنے کی کوشش کی جائے کہ ہندوستان میں جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ بڑے پیمانہ پر اسکول اور کالج اور یونیورسٹی کی صورت میں ایک بڑا تعلیمی ڈھانچہ قائم ہے اس کا سبب یہ ہے کہ سیکولر تعلیمی ادارے ملک کے عظیم سپلائی

ہاؤس کا کام کر رہے ہیں' ملک کو مسلسل ایسے افراد کی ضرورت ہے جو اس کی اقتصادی اور قومی مشین چلا سکیں اس کام کو انجام دینے میں مدارس دینیہ کا بھی نمایاں کردار ہے۔

ملک کو اپنے مختلف شعبوں کے لئے مسلسل با اعتماد کارکن درکار ہیں: ٹیچر' کلرک' افسر' انجینئر' ڈاکٹر' منیجر' وکیل' سپروائزر' پائلیٹ' سیکریٹری وغیرہ وغیرہ۔ یہ سارے افراد انہیں سیکولر تعلیمی اداروں سے پیدا ہو رہے ہیں' جن کو اسکول یونیورسٹی اور کالجز کہا جاتا ہے' یہی معاملہ وسیع مسلم ملت کا بھی ہے' اس ملک میں بسنے والی تقریباً تیس کروڑ مسلم ملت کو مسلسل ایسے افراد درکار ہیں جو اس کی مختلف دینی و ملی ضرورتوں کو پورا کر سکیں' ان سارے افراد کی فراہمی مدارس اسلامیہ ہی کے ذریعہ پوری ہو رہی ہے۔

ہندوستان میں اس وقت تقریباً چھ لاکھ مسجدیں ہیں' ان مسجدوں کو امام انہیں مدارس سے ملتے ہیں' بے شمار تعلیمی اداروں کے لئے مدرسین کی ضرورت یہیں سے پوری ہوتی ہے' اسی طرح ملی اداروں کے لئے ناظم' تصنیف و تالیف کے شعبوں کے لئے مصنف' ملی صحافت کے لئے ایڈیٹر انہی مدارس میں جنم لیتے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں میں بہت سی جماعتیں قائم ہیں' مثال کے طور پر تبلیغی جماعت براہ راست مدارس کی پیداوار ہے' یہ مدارس میں پیدا ہونے والے علماء ہی تھے جنھوں نے اس کام کو شروع کیا تھا جو موجودہ دور میں عالمی حیثیت اختیار کر چکا ہے' دنیا کا کوئی خطہ کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں یہ کام انجام نہ دیا جا رہا ہو۔

اس سلسلہ میں ایک نہایت اہم سبق آموز بات یہ ہے کہ منفی اقدام ہمیشہ بے فائدہ ثابت ہوتا ہے' جب کہ مثبت اقدام نہ صرف اپنے اصل نشانہ کو پورا کرتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ مزید فائدے بھی حاصل ہوتے ہیں' مثال کے طور پر موجودہ زمانے میں ایک نئی چیز وجود میں آئی جس کو کمپیوٹر کہا جاتا ہے' اس کے لئے ہر جگہ اردو' پریٹر عربی آپریٹر کی ضرورت تھی تو کمپیوٹر کے لئے بھی افراد کار زیادہ تر مدارس دینیہ ہی سے فراہم ہوتے ہیں' موجودہ زمانے کی سیکولر یونیورسٹیوں میں اسلامک اسٹیڈیز اور مسلم تاریخ کے مطالعہ کے نام پر ایسے شعبہ کھلے ہیں جن میں داخل ہو کر مسلمان یونیورسٹی کی سطح پر اسلام کی علمی نمائندگی کر سکیں' ان شعبوں میں جس طرح کے لوگوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے' اس کی تکمیل یہ مدارس دینیہ ہی کرتے ہیں۔

اسی طرح سفارت خانوں اور ریڈیو اور امور خارجہ سے تعلق رکھنے والے مختلف شعبوں' نیز صحافتی اداروں اور برآمدی تجارت وغیرہ کے لئے عربی داں افراد کی ضرورت پیش آتی ہے تو اول مرحلہ ہی میں ان مدارس دینیہ کی طرف ہی رخ کیا جاتا ہے۔ موجودہ زمانے میں عام لوگوں کے لئے مواقع کھلے ہیں کہ وہ دنیا کے مختلف ملکوں میں جا سکیں' ان جانے والوں میں بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو مدارس دینیہ میں تعلیم پاتے ہیں اور یہاں کی آب و ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں' ان لوگوں کا بیرونی ملکوں میں جانا اور آباد ہونا اس کا یہ فائدہ ہو رہا ہے کہ جب لوگ ان ملکوں کا دورہ کرتے ہیں تو یہ لوگ ان کے مددگار اور رابطہ کی حیثیت سے موجود ہوتے ہیں۔

اس طرح مدارس دینیہ کی صورت میں جو سپلائی ہاؤس قائم ہوا' اس کا دائرہ کسی مخصوص حد تک محدود نہ رہا' بلکہ یہاں سے ملک کے اندر کی دینی ضرورتیں بھی پوری ہوئیں اور ملک کے باہر کی ضرورتیں بھی' ان لوگوں نے ہندوستان میں بھی دینی مدارس قائم کئے اور یورپ' امریکہ اور افریقہ میں بھی ان کے ذریعہ ہر علمی شعبے کو افراد کار ملے اور آئندہ بھی اس قسم کی ضرورت یہیں سے پوری ہوتی رہے گی۔

مدارس دینیہ کے ذریعہ ملک کو اچھے شہری فراہم ہوتے رہے ہیں۔ یعنی ایسے لوگ جو اخلاقی اصولوں اور انسانی قدروں کے مطابق جینے والے ہوں اور ایسے افراد کی ضرورت ہر سماج اور معاشرے کو ہوا کرتی ہے۔ ملک میں اسکول' کالج اور یونیورسٹی کی شکل میں سیکولرازم کی بنیاد پر مبنی تعلیمی نظام قائم ہے مگر ایسے افراد کی تیاری ان کے مقاصد میں داخل نہیں ہے۔ اس تعلیمی نظام کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس قابل بنا دیں کہ وہ اپنی معاشی اور مادی ضروریات کو بآسانی پورا کر سکیں۔

ایسی حالت میں مدارس دینیہ کا نظام ہی ملک میں وہ واحد راستہ ہے جس کے ذریعہ سے اس اخلاقی مقصد کی تکمیل کی جا سکتی ہے' چونکہ ان مدارس کا مقصد لوگوں کو اسلام کی تعلیم سے آگاہ کرنا ہوتا ہے مکتب کے ابتدائی مرحلہ سے لے کر کسی بڑے دار العلوم تک یہی مقصد سامنے ہوتا ہے۔

ان مدارس کے ذریعے یہ کام اس لئے انجام دیا جا سکتا ہے کہ یہ مدارس اپنی ابتداء سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہج کے مطابق مصروف کار ہیں۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ حسن اخلاق کی تکمیل کر دوں' اسی طرح آپ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ کامل ایمان اس شخص کا ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو۔ مدارس دینیہ میں جو نوجوان تعلیم و تربیت پاتے ہیں وہ اپنی پوری مدرسی مدت میں اس قسم کی باتیں پڑھتے اور سنتے ہیں۔ مدارس کا پورا ماحول ایسا ہوتا ہے کہ وہاں آدمی کو صبح و شام اخلاق و انسانیت کی تربیت دی جاتی ہے۔ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو زندگی کے لئے مشعل راہ کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے' اس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ مدارس عملاً ملک کے لئے اچھے شہری اور بہترین انسان فراہم کرنے والے ادارے بن گئے ہیں۔ ☆.....☆

شیخ الہند اور اُن کے تلامذہ کے سرفروشانہ کارنامے

مولانا محمد صدیق اراکانی

یوں تو حضرت شیخ الہندؒ کے بہت سے باکمال تلامذہ نے زندگی اور معاشرے کے مختلف شعبوں میں قائدانہ اور ماہرانہ کردار ادا کیا اور کررہے ہیں' ان سب کا استقصا اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے' اس لئے یہاں شیخ الہندؒ اور ان کے چند شاگردوں کے سیاسی پہلو کے نایاب گوشوں' جہادی کارناموں اور تحریک کے زریں اصولوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی جارہی ہے اور ان حضرات کی زندگی کے دیگر احوال کے تذکروں سے گریز کیا جارہا ہے' بحث کے آغاز سے قبل ان حضرات کی زندگی کا اجمالی خاکہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ مقصود کو سمجھنے میں وقت کا سامنا نہ کرنا پڑے' البتہ ضمناً بعض دیگر حضرات کا تذکرہ بھی آجائے گا۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ:

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ بن مولانا ذوالفقار علی صاحب' ولادت: ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸۵۱ء' دارالعلوم میں داخلہ ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۸۶۶ء (یعنی قیام دارالعلوم کے ساتھ تعلیم حاصل کی) دارالعلوم سے فراغت ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۴ء' مسلسل آٹھ سال دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم میں تدریس کا آغاز فارغ ہوتے ہی کیا' ۱۲۹۲ء مطابق ۱۸۷۵ء میں دارالعلوم کے مدرس چہارم قرار پائے اور پھر ۱۳۰۵ھ مطابق ۱۸۸۸ء کو آپ صدرالمدرسین کے عہدے پر فائز ہوئے' اکابرین دیوبند کے ساتھ حج کے لئے روانگی ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۸ء۔

تحریک ریشمی رومال کے سلسلے میں دیوبند سے حجاز مقدس آمد ۱۳۳۴ھ مطابق اکتوبر ۱۹۱۵ء گویا شیخ الہندؒ دارالعلوم دیوبند میں لگ بھگ ۴۲ سال تک درس و تدریس میں مصروف رہے اور درمیان میں دیگر تنظیمی و ملی کام بھی سرانجام دیئے۔ ۲۲/صفر ۱۳۳۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۶ء میں شیخ الہندؒ کے معتمد رفقاء مولانا عزیز گل' حکیم نصرت' مولانا حسین احمد مدنی' سید ہاشم اور مولانا وحید رحمہم اللہ تعالیٰ کو غدار ملت شریف حسین کے حکم پر گرفتار کرلیا گیا اور ساتھ یہ حکم بھی جاری کیا گیا کہ اگر شیخ الہندؒ نے گرفتاری نہ دی تو گرفتار شدہ رفقاء کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا' اس لئے حضرت شیخ الہندؒ نے دو دن کے بعد گرفتاری دے دی۔

ان حضرات کو مکہ مکرمہ میں گرفتار کرکے جدہ بھیج دیا گیا' جہاں شریف حسین رہائش پذیر تھا' جدہ میں ایک ماہ زیر حراست رکھا گیا' پھر وہاں سے سویز بھیج دیا گیا' سویز سے گوروں کے زیر حراست ریل کے ذریعے قاہرہ بھیج دیا گیا' جہاں عارضی طور پر جیزہ کے قید خانے میں ڈال دیا گیا' ایک ماہ تک اس جیل خانے میں ان حضرات سے بیانات لئے گئے' بالآخر مصری عدالت نے فروری ۱۹۱۷ء میں سزا سنائی پھر انہیں ۱۶ فروری ۱۹۱۷ء مطابق ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا بھیج دیا گیا۔

یہ حضرات مالٹا جیل میں تین سال سات ماہ رہے' ۲۲/ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۸ھ مطابق ۲۲/مئی ۱۹۲۰ء میں ان حضرات کو مالٹا سے فوجی نگرانی میں سویز بھیج دیا گیا' جہاں تقریباً سوا دو ماہ رکھا گیا پھر ۵/رمضان کو سویز سے بمبئی بھیج دیا گیا' یوں یہ حضرات ۲۶ رمضان ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۴ جون ۱۹۲۰ء کو دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ حضرت شیخ الہند رہائی کے بعد جب بمبئی کے ساحل پر پہنچے تو ایک جم غفیر نے حضرتؒ کا پرتپاک استقبال کیا' اور حاضرین نے حضرتؒ کو شیخ الہند کا معزز لقب عطا کیا جو بعد میں حضرتؒ کے نام کا جزو بن گیا۔ (دارالعلوم دیوبند احیائے اسلام کی عظیم تحریک صفحہ ۱۵۲)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ممدوحؒ کو شیخ الہند کا لقب دے کر حضرتؒ کے ساتھ زیادتی کی ہے' یہ دراصل شیخ الکل تھے' ساحل بمبئی پر جب شرکاء نے حضرت شیخ الہندؒ اور پنڈت نہرو اور گاندھی کے نام پر نعرے لگائے تو حضرتؒ نے فرمایا کہ کیا میں آپ

لوگوں کو اسی طرح چھوڑ کر گیا تھا؟ یعنی...... زندہ باد کے نعرے کیوں لگا رہے ہو؟ غرض حضرت رہائی کے بعد چھ ماہ آٹھ دن بقید حیات رہے اور ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء بروز منگل ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے گھر واقع دریا گنج میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ الہندؒ کی کرامت کہہ لیں یا نیک فال سے تعبیر کریں' اس بندۂ خدا نے ایک طرف تو درس حدیث کا سلسلہ تاحیات جاری رکھا' دوسری طرف قوم و ملت کی خاطر سیاست میں قدم رکھ کر انگریز کو وہ سبق سکھایا جو زبان زد عام وخاص ہے' یہی وجہ تھی کہ شیخ الہندؒ نے راہ ہموار کرنے کے لئے پہلے ہندوستان میں ذہن سازی کی پھر مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو کابل بھیجا' حاجی ترنگزئی اور ان کے رفقاء کو یاغستان بھیج دیا' مولانا صادق سندھیؒ کو عراق بھیج دیا' حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کو حجاز مقدس روانہ کیا پھر خطیب دیوبند مولانا محمد متینؒ کو بسلسلہ چندہ رنگون برما بھیج دیا' پھر خود حجاز مقدس جاکر ترکی کی سلطنت سے مدد کی تحریریں وصول کیں تاکہ انگریز کے خلاف عملی طور پر جہاد کیا جاسکے' لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا' اس لئے یہ تحریک ناکامی سے دوچار ہوگئی۔

تاہم ان کے تلامذہ اور دیگر خواص و عوام اس تحریک کو ازسرنو زندہ کرنے میں آج تک کوشاں ہیں۔ ثمرۃ الترتیب' جمعیۃ الانصار' نظارۃ المعارف القرآنیہ' الجنود الربانیہ' حکومت مؤقتہ ہند' انجمن حزب اللہ اور جمعیت علماء وغیرہ جماعتیں سب حضرت شیخ الہندؒ سے وابستہ اور خون پسینہ ایک کرنے والوں کی تحریکیں ہیں' جن کا ڈنکا آج تک بج رہا ہے انشاء اللہ قیامت تک بجتا رہے گا۔

حضرت شیخ الہندؒ کے کام پر تبصرہ کرتے ہوئے امیر کابل حبیب اللہ خان نے کہا تھا: "مولانا محمود حسن یک کار را شروع کردند من او را پورا می کنم" یعنی شیخ الہندؒ نے عالم اسلام کے اتحاد اور انگریز کو بھگانے کے سلسلے میں ایک متبرک کام شروع کیا ہے انشاء اللہ میں اسے پورا کروں گا' لیکن وہ پورا نہ کرسکے۔

یاد رہے کہ حاجی ترنگزئی کا اصل نام مولانا فضل واحد ہے اور مولانا منصور احمد انصاری کا اصل نام مولانا محمد میاں صاحب ہے اور شیخ الہندؒ کی مالی اور سیاسی مدد کرنے والوں میں مندرجہ ذیل حضرات کے نام نمایاں ہیں: ڈاکٹر مختار احمد انصاری' حکیم عبدالرزاق' مولانا ابوالکلام آزاد' مولانا ظفر علی' مولانا شوکت علی خان' حکیم اجمل خان اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ' مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلوی' اور شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ تینوں اکابر حضرت شیخ الہندؒ کے خصوصی شاگرد ہیں' جنہوں نے مرتے دم تک شیخ الہندؒ کی تحریک کو زندہ رکھا' حیرت کی بات تو یہ ہے کہ جب شیخ الہندؒ کی میت کو غسل دینے کے لئے تختے پر لٹایا گیا تو دیکھنے والے سکتے میں رہ گئے کہ کمر پر ہڈیوں کے سوا کچھ نہیں' جب اس کے متعلق حضرت مدنیؒ سے دریافت کیا گیا تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ مالٹا کے شب و روز میں حضرت شیخ الہندؒ کو ایک تہہ خانے میں لے جاکر اوندھے منہ لٹایا جاتا' ان کی کمر پر گرم سلاخیں دھری جاتیں اور آزادی ہند کے مؤقف کو تبدیل کرنے پر اصرار کیا جاتا' مگر استاد محترم ایسا جواب دیتے جس سے ظلم کرنے والے بھی اشک بار ہوجاتے اور مجھے استاد محترم نے قسم دے کر کہا کہ زندگی میں یہ بات افشا نہ کرنا۔ (یورپ کے سنگین مجرم صفحہ ۵۲)

شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنیؒ:

تاریخی نام چراغ محمد ہے' حسین احمد بن سید حبیب اللہ کے نام نامی سے شہرت پائی۔ ولادت: ۱۹/۱۱ شوال ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۹ء' دارالعلوم دیوبند میں داخلہ صفر المظفر ۱۳۰۹ھ مطابق ۱۸۹۲ء دیوبند سے فراغت ۱۳۱۶ھ مطابق ۱۸۹۹ء۔ فراغت کے بعد ہی حضرت مدنیؒ اپنے اعزہ و اقربا (والد محترم) کی معیت میں بغرض حج حجاز مقدس تشریف لے گئے اور مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد مسجد نبوی میں درس کا سلسلہ شروع فرمایا۔

مسجد نبوی میں درس کی مدت محرم ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۸۹۹ء تا ۲۲/صفر ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹ دسمبر ۱۹۱۶ء مسلسل اٹھارہ سال ہے۔ اس مدت میں حضرت مدنیؒ تین مرتبہ ہندوستان تشریف لائے اور جلد ہی واپس مدینہ منورہ چلے گئے' حضرت مدنیؒ ۱۳۲۶ھ میں گنگوہ تشریف لائے اور فقیہ النفس مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت کی سنت ادا کرکے چلہ کاٹا اور مدینے چلے گئے ۱۳۱۸ھ اور ۱۳۳۰ھ میں بھی (شیخ الہندؒ کے ایما پر بسلسلہ تحریک ریشمی رومال) ہندوستان آئے اور واپس چلے گئے۔

۲۲ صفر ۱۳۳۵ھ مطابق دسمبر ۱۹۱۶ء تا ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۴/ جون ۱۹۲۰ء (لگ بھگ پونے چار سال) جیزہ کے قید خانہ' مصر کی عدالت' مالٹا جیل اور سویز میں رہے' اس کے بعد دیوبند پہنچے۔ ۱۳۳۸ھ سے ۱۳۴۳ھ تک مختلف النوع امور سر انجام دیئے' ۱۳۴۳ھ کے پہلے ہفتے (مطابق دسمبر ۱۹۲۴ء) سے ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۸ء تک (لگ بھگ پانچ سال) جامعہ اسلامیہ سلہٹ بنگلہ دیش میں بخاری شریف کا درس دیا۔ ۱۳۴۶ھ مطابق ۱۹۲۹ء سے وفات

(۱۳۷۷ھ مطابق ۱۹۵۷ء) تک مسلسل ۳۱ سال دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور صدر المدرسین رہے اس دوران درس و تدریس کے ساتھ سیاسی امور بھی سرانجام دیتے رہے۔

قیام دارالعلوم سے ۹۴ سال تک کے فضلائے دیوبند کی تعداد ۷۶۳۰ ہے' جن میں ۳۸۵۶ فضلاء حضرت مدنیؒ کے براہ راست شاگرد ہیں' ۹/ جون ۱۹۲۰ء کو ترک موالات کا فتویٰ (جس کی تفصیل آرہی ہے) جاری ہوا چونکہ اس کے اصل داعی حضرت مدنیؒ تھے اس لئے انگریز حکومت نے جولائی ۱۹۲۱ء میں حضرت مدنیؒ کو گرفتار کرکے دو سال کے لئے کراچی کی جیل میں ڈال دیا' جب دوران مقدمہ کراچی کی عدالت کے انگریز جج نے حضرت مدنیؒ سے ترک موالات کے فتویٰ کے سلسلے میں استفسار کیا تو حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ فتویٰ میں نے دیا ہے اور جب تک میری رگوں میں خون دوڑتا رہے گا' اس وقت تک اس کی اشاعت اور صداقت کا اعلان جاری رہے گا۔

حضرت مدنیؒ کا جواب سن کر مولانا محمد علی جوہر نے حضرت مدنیؒ کے قدم چوم لئے اور کہا کہ خدارا اپنا بیان بدل لیں ورنہ پھانسی کی سزا ہوجائے گی' حضرت مدنیؒ نے جواب دیا کہ اے جوہر! اگر بیان بدلا تو ایمان بدل جائے گا۔ ۱۰/ جون ۱۹۳۹ء سے تاحیات جمعیت علماء ہند کے صدر رہے (لگ بھگ اٹھارہ سال مسلسل حضرت مدنیؒ کی تیسری مرتبہ گرفتاری ۱۰/ جون ۱۹۴۲ء مطابق جمادی الثانی ۱۳۶۱ھ کو عمل میں آئی' ۱۰/ رجب ۱۳۶۱ھ میں عدالت نے حضرت مدنیؒ کو ۱۸ ماہ قید کی سزا سنائی اور پانچ سو روپے جرمانہ ادا نہ کرنے پر مزید چھ ماہ کا آرڈر جاری کیا گیا۔ حضرت مدنیؒ نے یہ مدت مرادآباد جیل میں پوری کی۔

چونکہ حضرت مدنیؒ نے لگ بھگ اٹھارہ سال مسجد نبوی میں عرب اور عجم کے حضرات کو حدیث کا درس دیا ہے' اس لئے محض ۲۴ سال کی عمر میں انہیں شیخ العرب والعجم کا لقب دیا گیا۔ اگرچہ حضرت مدنیؒ شیخ الاسلام کے لقب سے بھی مشہور ہیں۔ شیخ الہندؒ نے بوقت وفات وصیت کی تھی کہ میرا ارادہ شمع آزادی کو فروزاں رکھنے کے لئے ایک کتاب لکھنے کا تھا' لیکن بحمداللہ اب وہ کتاب حسین احمد کی صورت میں چھوڑ کر جارہا ہوں۔

حضرت مدنیؒ کو سیاست کے ساتھ فتویٰ نویسی' تفقہ فی الدین اور تصنیف و تالیف کے میدان میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا' اگرچہ سیاست کی وجہ سے اس طرف زیادہ توجہ نہیں فرماسکے' بذل المجہود کے شروع میں مسلک مقدمہ کے آخر میں بعض المخلصین الی احباب حضرت الشیخ...... الخ کے الفاظ تحریر ہیں' جو حضرت مدنیؒ کا رشحۂ قلم ہے' باعتماد علماء کرام سے سنا ہے کہ (کسی کتاب میں بھی دیکھا جس کا حوالہ اس وقت یاد نہیں ہے) کہ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی طرف منسوب مشہور کتاب "المہند علی المفند" حضرت مدنیؒ نے ہی تالیف کی ہے۔ اسی طرح حضرت تھانویؒ کی تالیف "الحیلۃ الناجزۃ" میں بھی حضرت مدنیؒ کا دخل زیادہ ہے' جس کی تصریح خود حضرت تھانویؒ نے اصل نسخے کے آغاز میں کردی ہے' اگرچہ یہ صراحت موجودہ بعض نسخوں میں نہیں ہے۔ حضرت مدنیؒ کا سانحہ ارتحال ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ مطابق ۵ دسمبر ۱۹۵۷ء کو پیش آیا۔

حضرت مدنیؒ نے ۱۶۷ برگزیدہ اشخاص کو بیعت وخلافت کی اجازت مرحمت فرمائی' نہ چاہتے ہوئے بھی پاکستان معرض وجود میں آجانے کے بعد بہت سے حضرات پاکستان آگئے لیکن حضرت مدنیؒ نے فرمایا کہ اگرچہ میرا وطن مدینہ منورہ ہے اور چھوٹے بھائی محمود وہاں جانے پر اصرار بھی کررہے ہیں' لیکن میں ہندوستانی مسلمانوں کو اس کسمپرسی کے عالم میں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا' جس کا جی چاہے چلا جائے' اس قول پر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ اور مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ وغیرہ ٹھہر گئے۔ (آپ بیتی ج ۵ صفحہ ۱۲۲' تحریک آزادی ہند میں مسلم علماء اور عوام کا کردار صفحہ ۱۳۲ از مولانا محمد سلمان منصور پوری مدرسہ شاہی مرادآباد)

حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند چھوڑ کر میمن برادری کے اصرار پر ۱۹۵۰ء کو کراچی آگئے تھے' جس کی وجہ سے ان کی ہندوستانی شہریت ختم ہوگئی تھی لیکن حضرت مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزاد کی محنت اور کوشش سے حضرت قاری محمد طیبؒ واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور ان کی ہندوستانی شہریت بحال کروائی گئی۔ (خطبات حکیم الاسلام جلد اول صفحہ ۳)

مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ دہلویؒ:

اسم مبارک کفایت اللہ بن عنایت اللہ ہے۔

مولود: ۱۲۹۲ھ/ ۱۸۵۷ء مدرسۃ الغرباء شاہی مرادآباد میں داخلہ' ۱۳۱۰ھ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ۱۳۰۰ھ دارالعلوم دیوبند سے فراغت ۱۳۱۵ھ' ۲۲ سال کی عمر میں درس و تدریس کی ابتداء در مدرسہ اعزازیہ شاہ جہان پور ۱۳۱۶ھ تا ۱۳۲۱ھ' پھر حضرت مفتی صاحب کچھ دنوں کے لئے مدرسہ عین العلم دہلی تشریف لے گئے تھے۔

شوال ۱۳۲۱ھ تا وفات تدریسی خدمات مدرسہ امینیہ میں انجام دیں' ۱۳۸۸ھ مطابق ۹/ جون ۱۹۲۰ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے مفتی صاحب کو مدرسہ امینیہ کا مہتمم بنادیا۔ مفتی صاحبؒ ۱۹۱۹ء سے ۱۹۳۹ء تک جمعیت علماء ہند کے صدر رہے' اس کے بعد تاحیات

باقی صفحہ 9 پر

جسے اللہ رکھے اُسے کون چکھے

ریل کے خطرناک حادثہ میں دعا کی برکت سے بچنے والے مسافر کی کہانی

محمد الیاس ندوی بھٹکلی

موت کے منہ میں جاکر واپس آنے کا محاورہ سنا تو تھا لیکن دیکھا نہیں تھا' ۲۲/ جولائی ۲۰۰۳ء کو کوکن ریلوے اسٹیشن کے ایک خطرناک حادثہ میں نہ صرف اپنے ساتھیوں کو موت کے منہ سے واپس آتے دیکھا' بلکہ میں خود بھی واپس آیا' اللہ جسے بچانا چاہے اور اس کی زندگی کا آب ودانہ باقی رکھے تو اسے وہ فضا کی بے پناہ بلندیوں سے گرا کر بھی محفوظ رکھتا ہے جیسے گزشتہ ماہ روس کی فوج کا ایک جنرل بائیس ہزار فٹ کی بلندی سے جہاز کے ایک حادثے کے بعد گر کر بچ گیا۔ ۱۷/ جولائی ۲۰۰۳ء کو سوڈان ایرویز کا ایک ہوائی جہاز ہزاروں فٹ اوپر فضا کی بلندیوں سے پھٹ کر گرا اور اس میں موجود تمام ایک سو چودہ مسافر ہلاک ہوئے صرف ایک دو سالہ بچہ عبداللہ بچ گیا' اسی طرح کسی کی مدت حیات ختم ہو جائے تو فٹ دو فٹ کے فاصلے سے گر کر اور زخمی نہ ہو کر بھی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے' دار المصنفین اعظم گڑھ کے سابق ناظم صباح الدین عبدالرحمن صاحب ندوۃ العلماء میں میرے زمانہ طالب علمی کے دوران لکھنؤ میں سائیکل رکشہ سے اس وقت گرے جب ایک گائے سامنے آگئی اور رکشہ والے نے بریک لگایا' وہ ڈھائی فٹ اوپر سے گرے نہ زخم نہ خراش لیکن اسی وقت جاں بحق ہوئے۔ ۲۲/ جولائی ۲۰۰۳ء کو ہندوستان میں مغربی ساحل پر سات آٹھ سال قبل شروع ہوئے کوکن ریلوے کے اب تک کے سب سے بڑے ریلوے حادثہ سے خود ہم لوگ دوچار ہوئے' لیکن اللہ نے حیرت انگیز طریقہ پر اپنی قدرت ونعمت کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ ہم سے متصل ڈبے والے درجنوں لوگوں نے اسی وقت زخموں کی تاب نہ لا کر داعی اجل کو لبیک کہا اور ہم بفضل خداوندی سے محفوظ و مامون رہے' جامعہ اسلامیہ بھٹکل میں ششماہی کی چھٹیوں میں مہاراشٹر اور گجرات کے مدارس کے دورہ پر دس اساتذہ کرام پر مشتمل ایک وفد مہتمم جامعہ مولانا عبدالباری صاحب ندوی کی قیادت میں روانہ ہوا' اتوار کا دن تھا' ہم لوگ دوپہر کو رتناگیری جانے کے لئے کاروار اسٹیشن پہنچے' چونکہ ہمارا ریزرویشن نہیں تھا اور سفر بھی دن میں اور وہ بھی صرف پانچ چھ گھنٹے کا تھا اس لئے ہم لوگ کاروار ممبئی بالی ڈے اسپیشل ٹرین کی جنرل بوگی میں جو پوری خالی تھی' آرام سے بیٹھ گئے اور الگ الگ سیٹوں پر لیٹنے کے لئے اپنا سامان رکھا' چونکہ ٹرین کی روانگی میں غیر معمولی تاخیر ہوئی تھی اس لئے ہمارے چھ ساتھی چائے لانے کے لئے ٹرین سے اترے اور کینٹین کا رخ کیا' جہاں ایک ٹی ٹی کی نگاہ ہم پر پڑی اس نے ہم سے پوچھا آپ لوگ کہاں جارہے ہیں اور کہاں بیٹھے ہیں؟ تفصیل سن کر بڑی لجاجت کے ساتھ اس نے کہا' آپ لوگ پیچھے میری ریزرویشن والی بوگی پر آجایئے' ہم نے اس کی بات سنی ان سنی کردی' لیکن دوبارہ ہم جب بھی اس کے سامنے سے گزرے دوبارہ یہی کہتا رہا کہ آپ لوگ پیچھے میری خالی بوگی میں کیوں نہیں آتے؟ جب اس کا اصرار بڑھا تو ہم لوگوں نے واپس اپنے کوچ میں جاکر مشورہ کیا' اکثر ساتھیوں کی رائے تھی کہ یہاں سے منتقل ہونے کی چنداں ضرورت نہیں' اس لئے کہ بوگی خالی ہے' آرام سے لیٹ کر وقت کٹ جائے گا' بعض ساتھیوں کے اصرار پر یہ فیصلہ ہوا کہ ہم لوگ واپس اس ٹی ٹی کی بوگی میں چلے جائیں' خواہی نخواہی ہم لوگ اس ٹی ٹی کے کوچ میں آگئے' گاڑی چلی' ہم لوگوں نے سفر کی دعا پڑھی' مغرب کا وقت ہو گیا' نماز کے متعلق اکثر ساتھیوں کا خیال تھا کہ رتناگیری پہنچ کر جمع تاخیر کرلیں گے' لیکن بعض دوستوں نے اول وقت میں ہی جمع تقدیم کرلی' جو ساتھی نماز پڑھنے سے رہ گئے تھے ان کو ایک ساتھی نے یہ کہہ کر کہ زندگی کا کیا بھروسہ ابھی نماز سے فارغ ہو جائیں' جمع تقدیم ان سے بھی کروائی' ہم لوگ نماز سے فارغ ہوئے سب دوستوں نے اپنی اپنی سیٹ پر اپنے معمولات اور اوراد ووظائف مکمل کرلئے' دوبارہ مجلس جمی' یہاں تک کہ شب کے نو بجنے لگے' ٹرین سے باہر آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے' سخت اندھیرا تھا' موسلا دھار بارش ہورہی تھی اور ٹرین اپنی پوری رفتار کے ساتھ فی

گھنٹہ پچھتر کلومیٹر کے حساب سے وائی بھاؤواڑی اور ریلوے پورا اسٹیشن کے درمیان اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھی' اسی دوران کیا دیکھتے ہیں کہ اچانک ہماری بوگی لڑکھڑانے لگی دس پندرہ سیکنڈ تک یہ سلسلہ جاری رہا' سیٹ پر آمنے سامنے بیٹھے ساتھی ایک دوسرے پر گر گئے اور ایسا محسوس ہوا کہ کسی کھائی میں آہستہ آہستہ ہماری ٹرین گر رہی ہے' سب کی زبان سے بے ساختہ بڑی آواز سے کلمہ کی آوازیں بلند ہونے لگی اور یااللہ' یااللہ کا ایک شور ہر طرف سنائی دینے لگا' کچھ وقفہ کے بعد گارڈ نے بریک لگایا اور ٹرین رک گئی' کسی کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا؟ کچھ ساتھی دوڑ دوڑ کے باہر دروازہ کی طرف بھاگے اور نیچے اترنے کی کوشش کرنے لگے لیکن پٹڑیوں پر کمر تک پانی تھا اور گھپ اندھیرا' اس پر بارش کا نہ رکنے والا سلسلہ' مسافروں میں سے کسی نے آواز لگائی کہ کچھ نہیں ہوا ہے' کسی نے زنجیر کھینچ دی ہے' اس لئے ایمرجنسی بریک لگے ہیں' جس سے جھٹکے محسوس ہوئے ہیں اور ٹرین رکی ہے' تھوڑی دیر میں ٹرین چلنے لگے گی' آپ سب اپنی نشستوں پر دوبارہ بیٹھ جائیں' دس پندرہ منٹ تک ہم لوگ بھی یہی سوچتے رہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی نیچے اترنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے رہے' کچھ دیر کے بعد ہمت کرکے بائیں طرف سے دروازہ کھول کر دیکھا تو عجیب نظارہ تھا' سامنے پہاڑ تھا جس پر ٹرین چڑھ گئی تھی' ہم سے متصل اگلا ایس ٹی ڈبہ خود دوسرے ڈبہ پر چڑھ گیا تھا' ایک دوسرے کو آوازیں دی جانے لگی' دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے اکثر ساتھی اور ٹرین کے دوسرے مسافر نیچے اترے جب کمر تک پانی پار کرکے آگے بڑھنے لگے تو انہیں پانی میں لاشیں ملیں' سب سے پہلے آٹھ نو ماہ کے معصوم بچہ کی ایک لاش ملی اس کے بعد ایک عورت کی' آگے بڑھتے ہوئے یہ سلسلہ بڑھتا ہی گیا' بارہ تیرہ لاشیں خود ہمارے ساتھیوں نے ہمارے ڈبہ میں پہنچائی' بڑا عجیب قیامت کا منظر تھا' سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ وہ جنرل بوگی جس میں ہم لوگ کچھ گھنٹوں پہلے سوار تھے اور ٹی ٹی نے ہمیں جہاں سے بڑی منت سماجت سے اٹھوا کر اپنے کوچ میں بٹھایا تھا وہ پوری طرح کٹ کر ایک دوسرے میں اس طرح گھل مل گئی تھی کہ ناقابل شناخت ہوگئی تھی' بکھری لاشیں تھیں' مدد مدد کی چیخ و پکار تھی' کسی کا ہاتھ کٹ گیا تھا اور کسی کا پیر' کسی کا سر ایک طرف تھا اور دھڑ دوسری طرف' ہمت کرکے ہمارے ساتھی گھپ اندھیرے کے باوجود زخمیوں کو بڑی احتیاط سے نکالنے لگے اور لاشوں کو چادروں میں لپیٹ لپیٹ کر اوپر پہنچانے لگے' مسلسل گھنٹہ بھر کام کرنے سے سب کی ہمتیں جواب دینے لگیں' اسی دوران پیچھے سے ریلوے مک پہنچ گئی اور ہم لوگوں کو مع لاشوں اور زخمیوں کے ان ڈبوں میں جو صحیح سلامت بچ گئے تھے سوار کرکے واپس کنکولی اسٹیشن لے گئی' جہاں پہلے سے اطلاع ملنے کی وجہ سے ایمبولینس اور پولیس فورس وغیرہ موجود تھی' دوسرے دن اخبارات سے سرکاری اطلاع کے مطابق ہمیں معلوم ہوا کہ جملہ باون لوگ جاں بحق ہوئے اور سو کے قریب زخمی اور حادثہ کی وجہ یہ تھی کہ ہماری ٹرین جب پٹڑی پر پچھتر کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے چل رہی تھی تو رتناگری سے ایک سو کلومیٹر دور ڈرائیور نے دور سے ایک چٹان کو پٹڑی پر گرا ہوا پایا' جو قریب کے پہاڑ سے موسلادھار بارش کی وجہ سے تھوڑی دیر پہلے پٹڑی پر گر گئی تھی' حالانکہ پندرہ منٹ پہلے اسی پٹڑی پر دوسری ٹرین گزر چکی تھی' اچانک ڈرائیور نے جب پٹڑی پر چٹان کو گرا دیکھا تو اس نے ٹرین کو روکنے کی کوشش میں بریک لگائے' جس سے سب سے پہلے انجن پٹڑی سے اترا اور گرا اور اس سے متصل ہم سے اگلی چاروں بوگیاں ایک دوسرے پر چڑھ گئیں اور یہ خطرناک حادثہ پیش آیا' جس حیرت انگیز طریقہ پر اللہ تعالیٰ نے ایک ٹی ٹی کو ذریعہ بنا کر اس ٹکڑے ہونے والی بوگی سے ہمیں اٹھا کر اپنا فضل فرمایا' اس کو دیکھ کر ہم سب کی زبانوں سے بے ساختہ یہ نکلا کہ یہ سفر کی اسی دعا کی برکت تھی' جس کے پڑھنے پر حدیث شریف میں یہ پیشنگوئی کی گئی ہے کہ اس کا پڑھنے والا پورے سفر میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے اور اسی کی نگہبانی میں' اللہ ہی اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور ہر شر سے اس کو وہ محفوظ بھی رکھتا ہے' اس کا اعلان فرشتوں کے ذریعہ بھی ہوتا ہے اور انسان اپنی آنکھوں سے بھی اس کے اثرات دیکھتا ہے وہ دعا یہ ہے:

"بسم اللہ توکلت علی اللہ
ولا حول ولا قوۃ الا باللہ."

ترجمہ: ''میں نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا' تمام طاقتوں وقوتوں کا مالک اور سرچشمہ وہی تنہا ہے۔"

اسی سفر کی دعا:

"سبحان الذی سخرلنا ھذا
وما کنا لہ مقرنین وانا الی ربنا
لمنقلبون."

دعا سے سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں کو اللہ تعالیٰ جس طرح محفوظ رکھتا ہے' اسی کے مظاہر ہر جگہ روز بروز نظر آتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان روزمرہ کی ان مسنون دعاؤں کی سفر و حضر' اٹھتے بیٹھتے اہتمام سے پابندی کرے' جس کے اثرات خود اس دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ دکھا دیتے ہیں اور اس کے پڑھنے پر جو آخرت میں ملنے والا ہے اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا ہے۔

☆☆......☆☆

وفاق المدارس العربیہ پاکستان کا مستحسن اقدام

ملک بھر کے مدارس سے اپیل

نئے تعلیمی سال شوال المکرم 1423ھ سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے درجہ عالیہ سال اول میں کتاب "آئینہ قادیانیت" کو شامل نصاب کیا ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ذمہ داران نے ارباب وفاق المدارس سے وعدہ کیا تھا کہ یہ کتاب مدارس اور طلباء کو اصل لاگت پر مہیا کی جائے گی۔ "آئینہ قادیانیت" تین صد صفحات کی کتاب ہے۔ خوبصورت مجلد رنگین ٹائٹل، عمدہ کاغذ و طباعت جس کی لاگت قیمت پچاس روپے رکھی گئی ہے۔ مدارس عربیہ کے مہتمم حضرات اور طلباء سے گزارش ہے کہ وہ کسی بھی مکتبہ سے یہ کتاب خریدیں تو پچاس روپے سے زائد ہرگز ادائیگی نہ کریں۔ اس سے زائد قیمت وصول کرنا اخلاقاً و قانوناً ممنوع ہوگا۔ مبلغین ختم نبوت سے گزارش ہے کہ وہ ان مدارس میں جہاں مشکوٰۃ تک تعلیم ہے۔ ان مدارس کے مہتممین حضرات سے مل کر صورت حال واضح کر دیں۔ چاروں صوبوں میں یہ کتاب درج ذیل کتب خانوں سے مل سکتی ہے یا براہ راست دفتر مرکزیہ ملتان سے رجوع کریں۔ مطلوبہ تعداد میں کتاب ان کو بھجوا دی جائے گی۔

1:..... مکتبہ لدھیانوی دفتر ختم نبوت جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش ایم اے جناح روڈ کراچی۔ فون :7780337

2:..... مکتبہ لدھیانوی سلام کتب مارکیٹ دکان نمبر 18 نزد جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

3:..... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آغو بھان روڈ لطیف آباد نمبر 2 / حیدر آباد فون:869948

4:..... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مینارہ معصوم جی ٹی روڈ سکھر فون:25463

5:..... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم ٹاؤن 5 حسین اسٹریٹ مسجد عائشہ لاہور فون:5862404

6:..... ادارہ تالیفات ختم نبوت 38 غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور فون:7232926

7:..... مکتبہ ختم نبوت 85 سرکلر روڈ لاہور فون:7232926

8:..... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اندرون سیالکوٹی گیٹ گوجرانوالہ فون: 215663

9:..... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مکان نمبر 1159/B گلی نمبر G-6/1/3/49 اسلام آباد فون:2829186

10:..... دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آرٹ اسکول روڈ کوئٹہ فون:841995

11:..... ادارہ تالیفات اشرفیہ نزد چوک فوارہ ملتان

ملک بھر کے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفاتر سے بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے یا براہ راست ذیل کے پتہ پر رجوع کریں

دفتر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون 514122